گوشۂ اجلاس بھوپال، آل انڈیا اسلامک پریس کانفرنس

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

اشاعت ۲۰۰۵ء سال

نصرت خداوندی کے مستحق کون؟

ایمان کی پختگی اور دین کے لئے سرگرمی اور جوش عمل اسی وقت کارآمد ہوگا جب اس کے شرائط بھی پورے ہوں، اور ان افراد میں وہ اوصاف بھی پائے جاتے ہوں جن کی بنا پر وہ نصرت خداوندی کے مستحق ہوں، اور مشکلات پر قابو پانے اور دشمنوں پر غالب آنے کے سزاوار ہوں، وہ بنیادی شرائط یہ ہیں، عقیدہ کی صحیح، صرف خدائے واحد کی عبادت، اور ہر قسم کے شرک اور غلط عقائد سے مبرا ہونا، جاہلیت کے رسوم اور غیر اسلامی شعائر، نفاق، عمل اور عقیدہ میں دورخی، قول وعمل کے درمیان تضاد، اور گذشتہ اقوام کی روشنی سے اجتناب جو اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں اللہ کے عذاب اور بے تعلقی کی مستحق قرار دی گئیں، نیز موجودہ اقوام کی روش سے پرہیز جو اللہ کو بھول گئیں تو اللہ نے ان کو خود فراموش کردیا، اور جو دنیا کو ہلاکت اور تباہی کے راستے پر چلا رہی ہیں۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

اقتباس از خطبہ صدارت (عربی)

رابطۃ العالم الاسلامی، مکۃ المکرمۃ

۱۰ رمئی ۲۰۰۵ء

Rs. 7/-

PosTal Regd.No.LW/NP/63/2003to2005

April - 2005

Vol. No. 4 - Issue No. 12

Fornightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226007

R.N.I. No.UP URD/2001/6071

(0522)2740151 ندوہ مہمان خانہ

2741272 دفتر اہتمام

2741221 (فیکس) دفتر ادارہ اسلامی

2741231 (فیکس) شعبہ تعمیر حیات

Phone : 0522-2616731 (R)

Mobile : 09415786548

Mohd. Akram
Jewellers

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow.

Phone : 2266786

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

ثناء جویلرس

Sana Jewellers

۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
301/12, Sarai Bans,
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Phone : 2260433

جدید و دلکش سونے، چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gehna Palace

Whenever You See Jewellery,
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

Resi :
2226177
Akbari Gate :
2268845

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ رسالہ دیرینہ نام

Shop : 9415002532
2613736
3958875

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑجھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow - 18

(پروپرائٹر : ولی اللہ)

ولی اللہ جویلرس

WALI ULLAH JEWELLERS

All Kinds of Gold, Silver
& Diamond Jewellery

Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow - 226 018
Mob. 9415090544, Shop : 2627446, Res. : 2254796

Editor : **Shamsul Haq Nadwi** Office Ph : 2741235(Ext) 18 Printed & Published by **Athar Husain**
on behalf of **Nadwatul Ulama** at **Parekh Offset Printing Press**, Tagore Marg, Lko. Ph :2740966

نور بصیرت

.....اور وہ ہی تیرا معبود بنا جس پر تو نے اعتماد کیا۔

صاحبزادے! تو کچھ بھی نہیں، نہ تیرا اسلام ہی صحیح ہوا جو بنیاد ہے اور جس پر تعمیر ہوتی ہے اور نہ تیری اور نہ تیری شہادت (توحید ورسالت) تمام ہے، تو کہتا ہے لا الہ الا اللہ (کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے) مگر جھوٹ کہتا ہے، کیونکہ معبودوں کا ایک بڑا گروہ تیرے قلب میں موجود ہے۔ اپنے بادشاہ اور اپنے میر محلّہ سے تیرا ڈرنا کیا ہے؟ یہ تیرے معبود بنے ہوئے ہیں۔ اپنی کمائی، اپنے نفع، اپنی طاقت، اپنی قوت، اپنی سماعت وبصارت اور اپنی گرفت پر تیرا اعتماد کرنا کیا ہے؟ یہ بھی تیرے معبود بنے ہوئے ہیں۔ تیرا نفع ونقصان اور عطا اور منع مخلوق پر نظر پڑنا کیا ہے؟ یہ تیرے معبود بنے ہوئے ہیں۔ مخلوق میں بہتر لوگ وہ ہیں جو لوگ اپنے دل سے ان چیزوں پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ان کا بھروسہ خدا پر ہے۔ ان کا خدا تعالیٰ کو یاد کرنا محض عادت ہے اور وہ بھی صرف زبانوں سے نہ کہ قلوب سے اور جب اس کی جانچ کی جاتی ہے تو بھڑک اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ایسا کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کل کو ساری فضیحتیں کھل جائیں گی اور مخفیات ظاہر ہو جائیں گے تجھ پر افسوس تو کچھ کہتا ہے تو اپنی بات کی پچ کرتا ہے لا الہٰ (نہیں ہے کوئی معبود) کلی نفی ہے اور الا اللہ (سوائے خدا کے) کلی اثبات ہے کہ معبودیت اللہ ہی کے لئے ہے کسی غیر کے لئے نہیں۔ پس جس وقت بھی تیرے قلب نے اللہ عزوجل کے سوا کسی شے پر اعتماد کیا تو معبودیت کو حق تعالیٰ کے لئے مخصوص کرنے میں تو جھوٹا بنے گا اور وہ ہی تیرا معبود بنا جس پر تو نے اعتماد کیا۔

(حضرت غوث الاعظمؒ۔ فتح ربانی ص ۱۰۳۔۱۰۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کا ۴۲ واں سال

جلد نمبر ۔۴۲ | ۱۰ رمئی ۲۰۰۵ء مطابق ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ | شمارہ نمبر ۔۱۲

زیر سرپرستی:
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:
حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)
پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام
مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر
امین الدین شجاع الدین

معاون
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
☆ مولانا نذر الحفیظ ندوی ☆ مولانا عبداللہ حسنی ندوی
☆ مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زر تعاون
سالانہ ۔/۱۵۰ فی شمارہ ۔/۷
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ۔/۳۵ ڈالر
ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayaat
Post Box No.93, Tagore Marg, Badshah Bagh Lucknow-226007
فون (دفتر) 2787250(Ext) 18 مہمان خانہ 2740151 (0522)

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ہرگز ضروری نہیں ہے

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اظہر حسین نے پارکھ آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

"نکاح نامہ" ..... دیر آید درست آید ا۔ش۔

تمیت نام تھا جس کا.....	حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی	۳
قیامت کا زلزلہ	جناب مولانا عبدالکریم پاریکھ	۴
اچھا دوست، برا ساتھی	مولانا ولی حسن ندوی	۶
۱۸ واں اجلاس مسلم پرسنل لا بورڈ		
خطبہ صدارت	حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۷
رپورٹ جنرل سکریٹری	حضرت مولانا سید نظام الدین	۱۲
نکاح نامہ	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ	۱۷
مضامین ومقالات		
آداب وفضائل درود وسلام	جناب پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۰
اردو زبان پر اسلامی اثرات	جناب مولانا محمد واضح رشید ندوی	۲۲
پروفیسر محمد شفیع	جناب محمد حسن انصاری	۲۳
اللہ تعالیٰ ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے	پروفیسر محمد شفیع	۲۵
آہ! ابراہیم سلیمان سیٹھ	ا۔ش۔	۳۰
مشرق وسطیٰ اور قیام امن	سلمان نسیم ندوی	۲۸
نسخۂ اتحاد واتفاق	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	۲۷
ندوہ میں اسپتال کی تعمیر	جناب مولانا سید محمد حمزہ حسنی	۳۲

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ ۸

H I Computer Institute, Lko 9335214913

رئیس التحریر کی میز سے

امین الدین شجاع الدین

''نکاح نامہ'' کی منظوری

دیر آید درست آید

الحمدللہ نکاح نامہ کو بالآخر حالیہ اجلاس بھوپال آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جنرل باڈی نے منظوری دے ہی دی۔ اور اسے جاری کر دیا گیا۔ اس موقع پر نکاح نامہ کو مرتب کرنے کی ضرورت پیش آنے کا پس منظر بیان کرنا بیجا نہ ہوگا۔ مہاراشٹر میں ۱۹۸۱ء میں نکاح کے لازمی رجسٹریشن کے قانون پاس ہونے کے بعد حکومت کا مرکزی سطح پر بھی اس طرح کے قانون بنانے کا خدشہ تھا چنانچہ اس سلسلے میں بورڈ کی ایک سب کمیٹی نے قانونی اور شرعی ہر دو لحاظ سے اس پر غور کیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ نکاح کے رجسٹریشن سے متعلق قانون شریعت اسلامی میں مداخلت ہے چنانچہ ۱۹۸۳ء میں مدراس میں منعقدہ اجلاس عاملہ نے اپنی ایک تجویز میں دینی اداروں سے ایک اپیل کی کہ وہ نکاح کے رجسٹریشن کا انتظام خود کریں اور اس کا ایک قابلِ اعتماد ریکارڈ رکھیں تاکہ نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔ دینی اداروں سے نکاح کے رجسٹریشن کے انتظام کی خواہش کا تقاضا تھا کہ بورڈ ایک معیاری نکاح نامہ مرتب کرتا۔ چنانچہ یہ تجویز مرحوم امین الحسن صاحب رضوی نے مارچ ۱۹۸۷ء میں پیش کی جو طے پا گئی تھی۔ قصہ مختصر، نکاح نامہ کے مسودہ کی ترتیب، اس کے تفصیلی جائزہ، اور اس میں جزوی ترمیمات کے مختلف مراحل سے گذرتا ہوا یہ معیاری نکاح نامہ ۲۵ر دسمبر ۲۰۰۴ء کو ندوہ میں منعقدہ مجلس عاملہ کے اجلاس میں پیش ہوا جس میں جزوی ترمیمات کے ساتھ اسے منظوری دی گئی۔ اور پھر ۳۰ر اپریل ۲۰۰۵ء کو بورڈ کی جنرل باڈی نے اجلاس بھوپال میں معمولی و جزوی تبدیلی کے ساتھ اس کی توثیق کر دی۔

یہ نکاح نامہ اسی صفحات کے شمارے کی زینت ہے تاکہ وہ قارئین کی نظروں سے گذر جائے اور اس سے متعلق دانستہ یا نادانستہ طور پر جو غلط فہمیاں پھیلائی جاتی رہی ہیں اور اب بھی جس پر منفی رائے زنی کا سلسلہ جاری ہے، ان سے متعلق قارئین خود فیصلہ کر سکیں کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ دراصل مغرب کے تائید یافتہ نکتہ چیں اسلام کی اساسیات پر سوالات قائم کرنے اور تشکیک پیدا کرنے کا اپنا ''دھرم'' نبھا رہے ہیں اور ایسی فضا بنانے کی منصوبہ بند کوششوں میں مصروف ہیں جس سے خدانخواستہ اسلام کے بنیادی نظام اور فکری سانچہ میں تبدیلی قبول کرنے کی راہ ہموار ہو سکے لیکن الحمدللہ یہ تدبیریں الٹی پڑ رہی ہیں اور غیور مسلمانوں کا مزاج ''مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند'' کے بنیادی اصول کے سلسلے میں پختہ سے پختہ تر ہوتا جا رہا ہے۔

نکاح نامہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک اقرار نامہ درج ہے جس کی چوتھی شق خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اور اس کے تحت زوجین یہ اقرار کرتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے ہمارے درمیان نزاع پیدا ہو جائے تو دارالقضاء/شرعی پنچائت/مستند عالم دین ہمارے درمیان ثالث ہوگا۔ اور وہ جو بھی فیصلہ کرے گا ہم دونوں اس کے پابند رہیں گے۔ قرآنی اصول بھی یہی ہے کہ اختلاف زوجین کا فیصلہ حَکَم کرے گا۔ صلح کی صورت نکل آئے تو کیا کہنے ورنہ خوشگوار طریقہ پر علاحدگی! ثالثی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اس کی بنیاد پر دیوانی معاملات میں جو فیصلے کئے جاتے ہیں وہ قانوناً بھی فریقین کے لیے واجب الاطاعت ہوتے ہیں اس صورت میں باہمی تنازعات کے لیے فریقین کے لیے سرکاری عدالتوں سے رجوع کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

حضرت مولانا علی میاںؒ فرمایا کرتے تھے کہ بس شادی کو ''سادی'' بنا دینے کی ضرورت ہے گویا بات فقط تین نقطوں کی ہے انھیں ہٹا دیجئے تو نکاح آسان! افسوس کہ مسلمانوں نے اسراف و فضول خرچی سے نکاح کو بھی ایک مسئلہ بنا دیا اور طلاق کے مسئلہ کو بھی معمہ بنا کر خود اپنے لیے مشکلات کھڑی کر لیں۔۔۔ چہار دیواری کے معاملہ کو چوراہوں کا موضوع بنا دیا اور اپنی جیب کے ساتھ عدالت کا بوجھ بھی بڑھا دیا۔۔۔ عام مسلمانوں کو بورڈ کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے اقرار نامہ میں ثالثی (ARBITRATION) کی شق کو شامل کر کے زوجین کے مابین تنازعہ کی گتھی کو سلجھانے کی ایک آسان راہ نکال دی تاکہ خاندانی نظام میں استحکام باقی رہے اور طلاق کی شرح بھی کم سے کم ہو۔۔۔

حمیت نام تھا جسکا۔۔گئی تیمور کے گھر سے

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

ہندوستانی فوج کے جنرل جی۔ ایس۔ اروڑہ کی موت کی خبر اسی ہفتہ کے آخر میں سنی گئی، آنجہانی ہندوستانی کمان کے اس وقت سربراہ تھے، جب ۱۹۷۱ء میں روس، اسرائیل اور ہندوستان نے ملکر بنگالی قوم کے حق میں فیصلہ دیا۔ اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس خبر کو متعامی پریس نے اس حوالہ سے شائع کیا کہ وہ جنرل جس کے آگے پاکستان کے عبداللہ نیازی نے استسلام کیا تھا اور نوے ہزار پاکستانی فوج کو شکست دی تھی وہ یہی جنرل تھے، بات غلط نہیں ہے سچی ہے، لیکن اس کو کیا کروں کہ ایک مسلمان ہونے کے ناتے میں جنرل کی فتح مندی کا نعرہ نہیں لگا سکتا، میں اپنے دل کے زخم کو چھپا نہیں سکتا، شکست جنرل عبداللہ نیازی کی نہیں تھی اور پاکستان کی بھی نہیں، ملت اسلامیہ کی شکست تھی، اس خبر کو اس حوالے سے چھاپنا سرکاری پریس کے لئے موزوں تھا، وہ ان کی فتح مندی کی بات تھی، لیکن مسلمان اخبارات کی یہ بے غیرتی برداشت نہ ہو سکی جو کہ جنرل کا نام پاکستان کی شکست کے ساتھ مربوط کئے رہے اور اس طرح کی سرخیاں قائم کیں جس سے یہ سمجھا جائے کہ وہ بڑے حق گو، حق پرست اور حقیقت شناس ہیں اور گویا اپنی وفاداری کو جتلانے کا انہیں موقع ملا ہے، حالانکہ یہ بات بے غیرتی کی ہے، اس ملک کے سرکاری اخبارات کا یہ رویہ رہا ہے کہ شخصیات کا حوالہ اس کے ایسے کارنامے کے ساتھ کرتے ہیں جو اس کے لئے باعث اہانت اور اس کے ملک کے لئے باعث ذلت ہو، پاکستان کے ایک صاحب ضمیر اور صاحب ایمان صدر ضیاء الحق مرحوم کا نام یہاں کے اخبارات جب لیتے تو یہ نہیں لکھتے ''صدر پاکستان ضیاء الحق'' بلکہ ''پاکستان کے ملٹری حکمراں ضیاء الحق'' اور ایک سطر میں تین مرتبہ بھی ان کا نام آتا تو تینوں مرتبہ ان کے اس وصف کو دہرانا اس ملک کی سیاست میں داخل تھا، مگر مسلمانوں کو کیا ہو گیا کہ وہ سب مسلمانوں کے لئے ذلت آمیز حوالہ اس طرح کیوں دیتے ہیں، ان کی غیرت ذبح ہوتی ہوئی نظر آتی ہے، جنرل اروڑہ فاتح نہیں تھے، صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس وقت ہندوستان نے مشرقی پاکستان کو بنگالیوں کی سازش سے الگ کیا ہے اور بیرونی طاقتوں کی مدد سے اپنے ۶ ہزار فوجی کٹا کر ایک ملک کے دو حصے کر دیئے جو جغرافیائی لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے دور تھے، اس زمانے میں ہندوستانی فوج کی کمان آنجہانی اروڑہ کے ہاتھ میں تھی، اور مشرقی پاکستان کے جدا ہونے کے وقت یہی سربراہ تھے، جن کے آگے رسم پس ماندگی اور اعتراف ہزیمت کا حادثہ پیش آیا، یہ ۱۹۷۱ء کا واقعہ ہے مصر پر بھی اس سے بڑی نکبت آئی کہ چند گھنٹوں کے اندر پورا ملک تباہ ہو گیا، جس کو پنج روزہ جنگ کہا جاتا ہے، حالانکہ پون گھنٹے سے کم کے وقفے میں وہ جنگ شروع ہوئی اور ختم ہوئی، بہرحال ہم یہ مانیں یا نہ مانیں ہزار تاویلیں کر لیں لیکن ذلت ذلت ہے، رسوائی رسوائی ہے، ہم اس پسپائی کو اپنے ملک کی فتح کہہ کر خوشی کے نعرے نہیں لگا سکتے۔ جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ ۱۰ کروڑ مسلمان سب مل کر خوشی کا نعرہ لگائیں تو بھی ہمارے ہم وطنوں کو ہمارے اخلاص کا یقین نہیں آئے گا، اور وہ سمجھتے رہیں گے اور سمجھتے آئے ہیں کہ یہ سب اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لئے ڈھونگ رچایا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس کو اپنے لئے یوم ہزیمت سمجھنا اور واقعہ کا اعتراف کرنا شجاعت کی بات ہے، اور اس بات کی علامت ہے کہ مسلمان اپنی حیثیت کو سمجھنے میں غلطی نہیں کر رہے ہیں، ہمیں اپنے اخبار نویسوں سے شکوہ ہے کہ وہ اپنی دانست میں جن سے اپنی وفاداری کا اظہار کرنا چاہتے ہیں وہ کوئی بیوقوف لوگ نہیں ہیں، لہٰذا مسلمانوں کا دل دکھانے اور ان کی ہزیمت کو یادگار بنانے کے بجائے خاموش رہتے اور کوئی حوالہ نہ دیتے کہ وہ بھی اس طرح ''مزاج غلامی میں پختہ تر'' ہونے کا اعلان کرنے لگے جس کو ایک عامی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ع

حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

قیامت کا زلزلہ

اور حشر وحساب کا دن

جناب مولانا عبدالکریم پاریکھ

قرآن مجید میں درج ذیل سورہ کا سیریل نمبر ۹۹ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس کی نزولی ترتیب ۹۳ ہے۔

اذازلزلت الأرض زلزالها۔ واخرجت الأرض أثقالها۔ وقال الانسان مالها۔ يومئذ تحدث أخبارها۔ بأن ربك أوحىٰ لها۔ (۹۹ الزلزال آیت :۱ تا ۵)

ترجمہ: جب زمین بڑے زور کے زلزلے سے ہلادی جائے گی۔ اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوگیا۔ اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔ اس لئے کہ تمہارا رب زمین کو بیان کرنے کا حکم دے گا۔

تشریح: ان آیات کریمہ کے تعلق سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ سب سے بڑا زلزلہ جو قیامت کے دن ظہور میں آئے گا، وہ پوری زمین کو ہر کونے، ہر جہت اور ہر اینگل سے ہلاتا ہی رہے گا۔ زمین چاروں طرف سے پھٹنے، ٹوٹنے، بکھرنے لگے گی۔ اس کے اندر کے جتنے خزانے ہوں گے، وہ سب باہر آنے لگیں گے۔ زمین کے اندر اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ رکھا ہے۔ سونا، چاندی، معدنیات، گیس وغیرہ ہیں۔ اور کیا کیا نہیں ہیں؟ ہیرے جواہرات اور (Coral Stone) کورل اسٹون بھی ہیں، ندیوں اور سمندروں کے ناکے بھی زمین پر بنے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ابلتے ادھر ادھر بہہ نکلیں گے یہ تو ایک حادثاتی چیز ہے لیکن چوتھی آیت میں فرمایا: "اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔"

یہ بالکل اس طرح کی بات ہوگی، جیسے آج کے زمانے میں گراموفون، ٹیپ ریکارڈر، سی ڈی وغیرہ میں محفوظ کی گئی چیزوں کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ آج سے ہزاروں سال پہلے کے آدمی کے لئے اس کو اپنے ایمان کی چوکٹ میں بٹھانے کے لئے مشکل پڑتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کو جزائے خیر دے کہ وہ اس جھگڑے میں نہیں پڑے کہ زمین کیسے اپنی خبریں بیان کرے گی؟ مگر آج تو اسکول کے ایک معمولی بچے کے سامنے بھی واضح ہوگیا ہے کہ خود انسان نے ایسی مشینیں ایجاد کرلی ہیں کہ بے جان فیتے میں ایک مرتبہ آواز جہاں ثبت اور محفوظ ہوگئی تو آدمی مشین میں بجا کر اسے سن لیتا ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جارہا ہے تو وہ کھلتی چلی جا رہی ہیں۔ اس میں ایک یہ بھی ہے کہ زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ یہ دراصل وہ خبریں ہوں گی کہ انسان نے چاہے مرد ہو یا عورت، اس زمین پر جو کچھ بھی کام کیا ہوگا یا بات چیت کی ہوگی۔ وہ سب زمین میں ثبت اور محفوظ ہوں گی۔ اعمال کا ریکارڈ بھی اس طرح محفوظ ہوگا کہ کوئی انسان اس سے انکار نہ کرسکے گا اور زمین کی بیان کی ہوئی خبروں کی تکذیب بھی نہیں کرسکے گا۔

ذرہ برابر بھی عمل حشر میں دکھ جائے گا۔

يومئذ يصدر الناس أشتاتاً ليروا أعمالهم۔ فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره۔ ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره۔

ترجمہ: اس دن لوگ الگ الگ ٹولیوں میں پھیل پڑے ہوں گے تاکہ اپنے اپنے اعمال کا نتیجہ خود دیکھ لیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر بھی نیک عمل کیا ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برا کام کیا ہوگا وہ بھی دیکھ لے گا۔ (۹۹ الزلزال آیت :۶ تا ۸)

ان آیات کو پڑھنے کے بعد حشر کے میدان کا جو نقشہ ایک مومن کے ذہن میں بیٹھتا ہے وہ اس طرح کا ہے کہ اس دن لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال دیکھ رہے ہوں گے۔ عجب نہیں کہ یہ دیکھنا ایسا ہو جیسا کہ آج کے ٹیلی ویژن میں دکھائی دینے والی بولتی تصویروں میں آدمی دیکھتا اور سنتا ہے۔ اس کا تجربہ دنیا میں بھی ہم چھوٹے پیمانے پر دیکھتے ہیں۔ جب کسی اسکول، کالج، یونیورسٹی کے امتحان کے رزلٹ نکلنے والے ہوتے ہیں تو کئی طرح کے لوگ ٹولیوں کی شکل میں اپنا اپنا رزلٹ دیکھنے کے لئے بے چین ہوتے ہیں۔ لیکن دنیا کا یہ نمونہ بالکل حقیر سا ہے۔ اس کے مقابلہ میں آخرت کے رزلٹ یعنی نتیجہ کا تصور قرآن نے جو بتایا ہے وہ بڑے اعلیٰ اور وسیع پیمانے پر ہوگا۔ نامۂ اعمال کی تقسیم کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیتوں میں بیان آیا ہے۔ ۸۱ رسورۂ تکویر کی آیت ۱۰ میں واذا الصحف نشرت (اور جب نامۂ عمل کے دفتر کھول دیئے جائیں گے) ۶۹ رسورۂ حاقہ کی آیات ۱۹ سے ۲۵ تک اور ۸۴ سورۂ انشقاق کی آیات ۷ سے ۱۲ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نامۂ عمل کسی کے داہنے ہاتھ میں ملے گا اور کسی کو بائیں ہاتھ میں یا پیچھے دے دیا جائے گا۔ اسی سے ہر ایک کو یہ دکھ جائے گا کہ وہ حساب کے دن کامیاب ہوا یا ناکام ہوا۔

سیدھے ہاتھ میں نامۂ عمل ملا تو یقیناً کامیابی ہے۔ اور اگر الٹے ہاتھ میں ملا یا پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا تو ساری زندگی کا ستیاناس ہوگیا۔ ہر ایک کے نامۂ

عمل میں اس کے دنیا میں کئے ہوئے تمام کاموں کی ڈیٹیل اور تفصیل ہوگی۔ ذرہ کے برابر بھی کوئی خیر و بھلائی کا کام کیا ہوگا یا شر اور برائی کیا ہوگا، اسے نامہ عمل میں لکھا ہوا موجود پائے گا اس میں ایک منظر کامیابی کا ہوگا کہ جس کا نامۂ عمل سیدھے ہاتھ میں ملے گا۔ وہ خوش خوش ہوکر اپنے اہل وعیال بیوی بچوں کو ڈھونڈتا پھرے گا اور لوگوں کو اپنا نامۂ عمل دکھاتا اور پڑھاتا پھرے گا۔ ملاحظہ ہو آیات اور ترجمہ:

فأما من اوتى كتبه بيمينه فيقول هاؤم اقرء واكتبيه۔

ترجمہ: جس کو نامۂ عمل سیدھے ہاتھ میں دیا گیا وہ خوش ہوکر دوسروں سے کہتا ہوگا لو میرا نامۂ عمل دیکھو پڑھو۔ (۶۹۔ الحاقۃ آیت ۱۹) اور ۸۴ سورۃ انشقاق کی آیت ۹ میں ارشاد ہے، وينقلب الى اهله مسرورا۔ اور ایسا آدمی اپنے ناتے والوں کی طرف خوش خوش ہوکر واپس ہوگا۔ سینوں کے بھید اس دن ظاہر کردیئے جائیں گے۔

أفلا يعلم اذا بعثر ما فى القبور۔ وحصل ما فى الصدور۔ ان ربهم بهم يومئذ لخبير۔ (۱۰۰ العادیات آیت:۹ تا ۱۱)

ترجمہ: کیا انسان نہیں جانتا کہ ایک دن قبروں کے مردے باہر نکال لئے جائیں گے۔ اور جو دلوں میں ہے وہ سب ظاہر کیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب ان سے اس دن اچھی طرح خبر رکھنے والا ہے۔

جتنے انبیاء کرام کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں، ان میں سے تقریباً ہر نبی نے اپنے مخاطب کو قیامت اور حشر وحساب سے واقف کیا ہے کہ تدفین کے بعد تمہارے مردے قبروں سے نکلیں گے۔ اس کے لئے قرآن مجید میں بہت ساری آیتیں ہیں، پڑھنے والا معنی کے ساتھ غور سے پڑھے گا، تو دکھ جائے گا، اوپر لکھی آیات میں جس انداز سے رب تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے کہ کیا انسان کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ قبروں میں جو کچھ دفن ہے اسے ایک دن باہر نکال لیا جائے گا۔ مردوں کو قبر سے باہر نکالے بغیر حشر کے میدان کی وہ منظر کشی آنہیں سکتی جو قرآن میں جگہ جگہ بیان کی گئی ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا:

خشعا أبصارهم يخرجون من الأجداث كأنهم جراد منتشر۔

ترجمہ: مارے خوف کے ذرا ہوئی نگاہ سے حشر کا منظر دیکھتے ہوئے قبروں سے نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈیوں کے غول کے غول ہوں۔ ۳۶ رسورۂ یٰس کی آیت ۵۲ میں بعث بعد الموت کے انکاریوں کا قول اور پھر اہل ایمان اس کے جواب میں جو کہیں گے اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ قالوا يويلنا من بعثنا من مرقدنا۔ کہیں گے ہائے ہماری بدبختی کس نے ہم کو ہماری قبروں سے نکال باہر کیا؟ جواب میں اہل ایمان کہیں گے: هذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون۔ رحمٰن کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آگیا اور رسولوں نے جو خبر دی تھی، سچ ثابت ہوئی۔

سبھی اہل ایمان مردوں اور عورتوں سے میں کہتا ہوں کہ معنی کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھ کر حشر وحساب اور قیامت وآخرت کے مناظر اور حالات کو اپنے تصور اور خیال میں بٹھائیں تاکہ دماغ میں برابر یہ بات قائم رہے کہ مجھے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اپنے کئے دھرے کا حساب دینا ہے، اچھے برے کام کا بدلہ پانا ہے، ارشاد رب ہے۔

"ولمن خاف مقام ربه جنتان"

ترجمہ: جو کوئی بھی اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لئے دو باغ ہیں۔ (۵۵۔ الرحمٰن آیت۔ ۴۶)

بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے۔

القارعة۔ ما القارعة وما ادرك ما القارعة۔ يوم يكون الناس كالفراش المبثوث۔ وتكون الجبال كالعهن المنفوش۔ (۱۰۱ القارعۃ آیت۔ ۱ تا ۵)

ترجمہ: سب کو کھڑکھڑا ڈالنے والا حادثہ۔ وہ کھڑکھڑا ڈالنے والا حادثہ کیا ہوگا۔ اور تم کو کیا خبر کہ وہ کھڑکھڑا دینے والا حادثہ کیا ہوگا۔

جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے۔ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔

سورۂ قارعہ کی پانچ آیات ہم نے اوپر درج کی ہیں۔ قارعہ کے معنی "کھڑکھڑانے والی" کے ہیں۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم کسی کے گھر جاتے ہیں تو زنجیر کھٹکھٹا کر یا دروازہ تھپتھپا کر آواز دیتے ہیں، اسی طرح جب قیامت آئے گی تو بیک وقت سب کے دروازے کھٹکھٹائیں گے۔ اور سب کے سب یکدم چاؤلے باؤلے ہوجائیں گے کہ یہ کیا ہوگیا؟ یہاں آیت ۳ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے پوچھا کہ تم کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کھڑکھڑا ڈالنے والا حادثہ کیا ہوگا؟ فرمایا اس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے، پروانے جب اڑنے لگتے ہیں تو بڑا عجیب منظر ہوتا ہے، باریک دھول کے ذرات جب تیز طوفان اور ہواؤں میں اڑتے ہیں تو وہ بھی دیکھنے کے لائق ہوتے ہیں۔ ایسے ہی قیامت کے دن انسانوں کی کثرت سے جو بھیڑ ہوگی تو دیکھنے پر ایسا لگے گا کہ اڑتے ہوئے پتنگے ہوں۔ انسان تو کیا پہاڑ جیسی مضبوط اور جڑ بنیاد کے اعتبار سے کھونٹے کی طرح گڑی ہوئی چیز بھی رنگین اون کی طرح اڑنے لگے گی۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن کی حفاظت فرمائے اور اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اچھا دوست، برا ساتھی

جناب مولوی سید ولی حسن ندوی

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھے ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور لوہار کی ہے، مشک فروش یا تو تمہیں مشک کا ہدیہ پیش کرے گا، یا تم اس سے یہی نعمت خریدو گے، اور کچھ نہیں تو اس کے ذریعہ تمہیں خوشبو کا ایک جھونکا ملے گا، مگر لوہار تو تمہارے کپڑے جلا دے گا، یا (کم از کم) اس کے ذریعہ تمہیں بدبو کا ایک جھونکا ملے گا۔ (متفق علیہ)

لوگ اپنی سوسائٹی میں باہمی ربط اور ایک دوسرے کی مدد اور تعاون سے زندگی گزارتے ہیں، آپس میں محبت رکھتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ انسانی سوسائٹی میں اچھے برے ہر قسم کے لوگ ہیں، کیونکہ تمام انسانوں کی فطرت وطبیعت یکساں نہیں ہے، بلکہ ایک دوسرے سے مختلف ہے، رسول اکرم ﷺ نے اسی معاشرتی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے ہم جلیسوں اور دوستوں کی قسمیں بیان فرمائی ہیں، دوست یا تو اچھے ہوں گے، دوسروں کو فائدہ پہنچائیں گے، زندگی کی مسرت اور میل ملاپ سے خود بھی لطف اندوز ہوں گے اور چاہیں گے کہ دوسرے بھی اس میں شریک رہیں۔ اس کے برعکس ایسے بھی دوست ہو سکتے ہیں جو صحیح تربیت نہ پانے کی وجہ سے برے ہوں، یا ان کی فطرت بدی کی طرف مائل ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے پرکشش طریقۂ بیان اور دل نشیں اسلوب میں دوستوں اور ہم نشینوں کی قسموں کو مثال دے کر سمجھایا ہے، سمجھانے میں ایسی خوبصورت تعبیر استعمال کی ہے، جس سے ان کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔

اچھے دوست کو اس دکان دار سے تشبیہ دی ہے جو مشک فروخت کرتا ہو، مشک کی یہ خاصیت ہے کہ دوسرے عطریات کے مقابلے میں اس کی خوشبو زیادہ پھیلتی ہے، مشک فروش کے پاس اگر کوئی جائے اور مشک نہ بھی خریدے پھر بھی اس کی خوشبو سے اس کا دل ودماغ معطر ہو جاتا ہے، ویسے بھی عطر فروش کی عادت ہوتی ہے کہ جب بھی اس کے پاس خریدنے یا ملاقات کی نیت سے کوئی جائے وہ کچھ نہ کچھ عطر لگا ہی دیتا ہے، ظاہری بات ہے کہ مشک فروش، مشک ہی لگائے گا، اس کو بھی جانے دیجئے اگر کوئی صاحب مشک لگائے ہوئے ہوں یا پاس میں رکھے ہوئے ہوں تو بھی اس کی خوشبو سے مجلس کے سارے افراد اپنے مشام جاں کو معطر کرتے ہیں۔

کچھ ایسا ہی حال ایک اچھے دوست کا ہے کہ وہ دینی و دنیاوی اچھائیاں اپنے دامن میں سمیٹے رہتا ہے، اس کے ذریعہ اچھی باتیں حاصل ہوں گی، محبت سے پیش آئے گا، عزت کا برتاؤ کرے گا، تحفے دے گا، ضرورت کے وقت مالی اور اخلاقی مدد کرے گا، اس کی ہم نشینی دل ودماغ کو سرور بخشے گی اور اس کی پر لطف باتیں طبیعت بہلنے کا سبب بنیں گی۔

اس کے مقابلے میں برے دوست یا ہم نشیں کو ایک لوہار کی مانند بتایا، اس کی دکان میں کوئی جائے تو لوہا لکڑ، آگ کی بھٹی اور سخت گرمی کے علاوہ وہاں کچھ نہ ملے گا، پھر اس طرح کا پیشہ اختیار کرنے سے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں، ذہن پراگندہ رہتا ہے، مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے، اس کے پاس جانے والے کو خطرہ رہتا ہے کہ دکان میں جو آگ جل رہی ہے اس سے کہیں کپڑا نہ جل جائے، آگ سے بچ بھی جائے تو دھواں اور وہاں پھیلی بدبو سے تو وہ ضرور متاثر ہوگا، ایسا ہی کچھ خراب دوست یا برے ہم نشین کا حال ہے، ظاہر وباطن سیاہ، دوسروں کے لئے نقصان دہ، دین سے دور، بدطینت، عیب جو، اس وقت بولے گا جب سکوت بہتر ہو، ایسے وقت میں چپ رہے گا جب اس کا بولنا بہت ضروری ہو، آخری بات یہ کہ اس کی دوستی اور ہم نشینی لوگوں کی نگاہ میں چبھے گی کہ آخر ایسے شخص کو دوست کیوں بنا رکھا ہے۔

اس حدیث میں توجہ دلائی گئی ہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے اور دوست بنانے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ کس کو دوست بنا رہا ہے، اس لئے کہ اخلاق وعادات متعدی بیماری کی طرح ایک دوسرے میں سرایت کر جاتے ہیں، اچھے اخلاق آپس میں محبت والفت اور مدد وتعاون کا جذبہ پیدا کرتے ہیں، جبکہ برے اخلاق آپس میں بغض وعداوت اور دلوں میں حقد وحسد کا سبب ہوتے ہیں۔

صالح ہم نشین اچھی باتیں بتائے گا، بری باتوں سے روکے گا، علم نافع، سچے اقوال اور حکمت سے بھرپور باتوں سے مستفید کرے گا، عیب جوئی کرنے کے بجائے غلطیوں کی طرف توجہ دلا کر اس کی اصلاح کرے گا۔

جیسا کہ کہا گیا ہم نشینی ایک دوسرے سے اثر پذیری کا سبب بنتی ہے حدیث شریف میں ہے: ''انسان اپنے دوست کے طریقے پر ہو جاتا ہے، اس لئے یہ دیکھ لے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔'' (ابو داؤد، ترمذی)

امام اوزاعیؒ کا قول ہے: ''دوست، دوست

بقیہ صفحہ (۲۱) پر

خطبۂ صدارت

۱۸واں سیمینار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

منعقدہ بھوپال، بتاریخ ۲۹-۳۰ر اپریل ویکم ر مئی ۲۰۰۵ء

زیر اہتمام دار العلوم تاج المساجد، بھوپال

از: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی
(صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

بسم اللہ الرحمن الرحمن

الحمد للہ رب العالمین، و الصلاۃ و السلام علیٰ سید الأنبیاء و إمام المرسلین، محمد بن عبد اللہ الأمین، و علیٰ آلہ و صحبہ أجمعین، و من تبعھم بإحسان و دعا بدعوتھم إلی یوم الدین، أما بعد:

محترم حضرات!

میں آپ سب دوستوں اور اسلام اور شریعت اسلامیہ کے تحفظ و بقاء کے لئے مخلصانہ جذبات کے حامل فرزندوں کو اس اجلاس میں خوش آمدید کہتا ہوں، اس میں آپ ملت اسلامیہ ہندیہ کے عزت و وقار اور اس کی شریعت حقہ کے تحفظ کو یقینی بنانے کے جذبہ کے ساتھ بلند مقصد کی تکمیل کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہماری ملت اسلامیہ ہندیہ کو ملک کی دیگر اقلیتوں کے مقابلہ میں الحمد للہ یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ ایک تو اپنی شریعت کے معاملہ میں خود کفیل ہے، اور دوسرے یہ کہ اس نے اپنی شریعت اسلامیہ میں خود کفیل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ملی تشخص کے بقاء کے لئے اپنا ایک مشترکہ پلیٹ فارم بنا رکھا ہے، جس نے اس وقت تک ۳۳ سالہ مدت میں کئی اہم مشکلات کو حل کیا ہے، اور شریعت کے تحفظ کے مسئلہ کو قوت پہونچائی ہے۔

حضرات!

۳۳ سال کی مدت ایسی مدت ہوتی ہے کہ جس میں کسی بھی امت اور سوسائٹی میں دینی وملی ذمہ داریاں ایک نسل سے منتقل ہو کر دوسری نسل کے کاندھوں پر آجاتی ہیں، یہ ایک لائق فکر وتوجہ معاملہ ہوتا ہے، کیونکہ اس میں بعض وقت زندگی میں تبدیلیوں کی وجہ سے حالات میں خلل پڑ جاتا ہے، اور توجہات میں فرق بھی آجاتا ہے، لیکن ہمارا آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جس جذبہ اور فکرمندی کے ساتھ ملت کی نصرت اور شریعت کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں آیا تھا وہ اس میں اپنے اولین خدمت گاروں کے نقش قدم پر ہی چل رہا ہے۔ حالات کے فرق کے لحاظ سے اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ ان کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس کے ارکان باوجود اپنے متنوع مسلکوں اور گروپوں کے نمائندے ہونے کے بورڈ کے مقصد اور لائحۂ عمل پر متفق اور آپس میں تعاون کے ساتھ عمل پیرا ہیں، اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آپسی تعاون کے طریقۂ کار پر کاربند ہیں، اور اگر کسی کو بورڈ کے ذمہ داروں اور عہدہ داروں کی کارکردگی پر کوئی کمی یا کمزوری محسوس ہوتی ہے تو وہ خیر خواہی کے جذبہ سے ذمہ داروں کو توجہ دلاتا ہے، اور ذمہ داروں کی طرف سے قابل توجہ پہلو کی طرف توجہ بھی کی جاتی ہے۔ الحمد للہ بورڈ کے ارکان وسعت قلبی اور تعاون سے کام لیتے ہیں، جس کو ذمہ داران بورڈ تشکر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

بورڈ کے باہر کے بعض لوگ بورڈ کی کارکردگی پر بعض وقت جو اعتراضات کرتے ہیں، وہ عموماً صحیح معلومات کے نہ ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں، اس کے باوجود بورڈ نے ان کو بھی اپنی توجہ سے باہر نہیں رکھا، اور ان میں سے جس بات سے کچھ فائدہ اٹھانے کی ضرورت محسوس کی فائدہ اٹھایا۔

حضرات!

ملت اسلامیہ جن ملکوں میں اکثریت کی حیثیت رکھتی ہے وہاں ملت کے دانشوروں کو عوامی سطح پر کچھ بڑی ذمہ داری انجام دینے کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن جہاں ملت اقلیت میں ہوتی ہے وہاں ان کو ملی اور مذہبی معاملات میں عوامی تعاون ومشارکت کے ذریعہ بڑی ذمہ داری انجام دینی ہوتی ہے، اور اس میں کوتاہی کرنے سے ملی سطح پر نقصان ہوتا ہے، اور اس ضرورت کے لئے اگر مشترکہ پلیٹ فارم قائم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہماری ملت اسلامیہ نے کیا ہے۔ تو یہ ملت کے لئے بڑی فال نیک بات ہوتی ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے کسی بھی اتحاد کے ارکان کے درمیان سوچنے اور نتیجہ نکالنے کے انداز الگ الگ ہو سکتے ہیں، کیونکہ ایسے اتحاد میں مختلف نقطہ ہائے نظر کے افراد اور مختلف جماعتوں کے نمائندے ہوتے ہیں، لیکن ملت کے مشترکہ مفاد کی خاطر ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ نقطۂ نظر کے اپنے اس اختلاف کو آپسی ٹکراؤ اور نقصان دہ اختلاف کی منزل تک نہ پہونچنے دیں۔ اس بات کے لئے دور اندیشی اور کچھ صبر وبرداشت کا مزاج اپنانا ضروری ہوتا ہے۔ انسان جیتی جاگتی مخلوق ہے، جمادات کی طرح

نہیں ہے، انسان میں احساسات وجذبات کا فرق ہوتا ہے، لیکن انسان کی یہ خوبی ہے کہ اس فرق کے باوجود آپس میں اشتراک وتعاون کے ساتھ بلند مقصد کے لئے کام کرتا ہے، اور الحمدللہ ہمارے بورڈ کے ارکان بڑی حد تک اسی پر کاربند ہیں۔

حضرات!

معاشرتی زندگی میں سب سے اہم مسئلہ جو لوگوں کے ذہنوں کو بہت زیادہ متوجہ کررہا ہے وہ ازدواجی زندگی کے معاملات اور نسل انسانی کے سلسلہ میں جدید تمدنی خیالات ہیں، ازدواجی زندگی کے اصول وضوابط اور حقوق وفرائض کے سلسلہ میں اسلامی شریعت نے بہت محکم اور واضح ہدایات دی ہیں، ان ہدایات کے باوجود اگر کچھ معاملات پریشانی کا باعث بنتے ہیں تو وہ زیادہ تر شریعت کی ہدایات کو نظر انداز کرنے یا ان سے ناواقفیت کی بنا پر ہوتے ہیں، اور ماحول کے بگڑے ہوئے حالات میں مبتلا ہوجانے کی وجہ سے پیش آتے ہیں، اگر شریعت کی واضح ہدایات پر عمل کیا جائے تو یہ معاملات پیش نہ آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے بیوی پر شوہر کے حقوق عائد کئے ہیں اور شوہر پر بیوی کے حقوق عائد کئے ہیں، ان حقوق کی ادائیگی نہ کرنے سے جو مشکلات اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی ذمہ داری شریعت پر نہیں ہے، وہ خود کوتاہی کرنے والوں کی کوتاہی کا نتیجہ ہوتی ہیں، لہٰذا شریعت کے احکام میں کسی تغیر کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس کا کوئی جواز ہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ شریعت کا حکم معلوم کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ شریعت اسلامی پروردگار عالم کی طرف سے ہے، اور وہ پوری طرح محکم اور ضرورت اور مصلحت انسانی کے مطابق ہے۔

طلاق کے سلسلہ میں جو باتیں کچھ دنوں سے کہی جانے لگی ہیں وہ شریعت کی رہنمائی کو نہ جاننے یا اس کو نظر انداز کردینے کی بنا پر کہی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد میں ان کے اندرون اور بیرون کے لحاظ سے جو فرق رکھا ہے اس فرق کے لحاظ سے احکام میں بھی فرق رکھا ہے، دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہ فطری ہے، اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مرد کو اس کی ذمہ داریوں کی بنا پر عورت کے مقابلہ میں سنیئر کی حیثیت دی گئی ہے اور عورت کو جونیر کی۔ اسی فرق سے ان کے معاملات رکھے گئے ہیں۔ اس کو کسی کی برتری اور کمتری سمجھنا مناسب بات نہیں ہے، عزت وشرافت کے لحاظ سے دونوں کو یکساں حق دیا گیا ہے۔ ان کے معاملات کے فرق کے لحاظ سے اور انتظامی طور پر ان میں جو فرق رکھا گیا ہے، اس فرق کو نباہنا ضروری ہے۔

اور جہاں تک نسل انسانی کے بڑھنے سے معاشی بنیاد پر خوف کھانے کی بات ہے تو یہ اسلامی نقطۂ نظر کی رو سے غلط ہے، اللہ تعالیٰ نے صاف صاف کہدیا ہے ﴿ و لا تقتلوا أولادكم خشية إملاق ، نحن نرزقهم و إياكم ﴾ (سورہ بنی اسرائیل: ۳۱) کہ اپنے بچوں کو ختم نہ کرو فقر کے خوف کی وجہ سے، ہم ان کو بھی کھلاتے ہیں اور تم کو بھی کھلاتے ہیں۔ اس لحاظ سے خاندانی منصوبہ بندی کی بات کرنا صحیح نہیں ہے، اور بورڈ کا مسلک یہی ہے جس پر سارے علماء دین متفق ہیں۔ کسی کی رائے اس میں اگر کچھ الگ ہے تو وہ اس کی ذاتی رائے ہے۔ البتہ شریعت میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ عورت کی صحت کے لحاظ سے اور زندگی کے خطرات محسوس کرنے پر مناسب طبی مصلحت کو اختیار کیا جاسکتا ہے، ایسی صورت حال میں کسی کو ضرورت ہو تو وہ معتبر اور ثقہ عالم دین یا دار الافتاء سے شریعت کی اجازت معلوم کرکے عمل کرسکتا ہے، لیکن اس کو کوئی عام طریقۂ کار نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

شریعت کے معاملہ میں شریعت کا حکم معلوم کرکے اسی کے مطابق عمل کرنا ہی مسلمان پر فرض ہے، تمدن، ترقی یا سماج میں پھیلے ہوئے رسوم ورواج کی بنیاد پر شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کو بدلا نہیں جاسکتا ہے، اور بورڈ کا مقصد شریعت کا تحفظ ہے نہ کہ اس میں کسی تغیر یا تبدیلی کا مسئلہ۔ اس لئے شریعت کے احکام کے سلسلہ میں بورڈ سے کسی نئی بات کا تقاضہ کرنا کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں ہے۔

حضرات!

خواتین کے ساتھ مردوں کی طرف سے زیادتی کرنے کی جو بات کہی جاتی ہے، اور اس کے لئے بورڈ سے شریعت کے دائرہ میں بھی کچھ ردوبدل کرنے کی خواہش ظاہر کی جاتی ہے، اس کے سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رکھنے کی ہے کہ خواتین کے ساتھ زیادتی کو روکنے کے لئے خود اسلامی تعلیمات میں سخت ہدایات ہیں، جو لوگ اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس کا حل شریعت میں نہ کوئی تبدیلی کرنے میں ہے اور نہ اسلامی تعلیمات کے متعلق شک وشبہہ کرنے میں۔ اس کا حل مسلمانوں کو اس بات کی تاکید کرنے میں ہے کہ اپنے معاشرتی مسائل میں اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔

حضرات!

بورڈ کے سلسلہ میں ایک یہ بات بھی عرض کرنا ہے کہ بورڈ نے اصلاً مسلمانوں کے بنیادی اور متفقہ معاملات ہی کو اپنا موضوع بنایا ہے، مسلمانوں کے مختلف مسالک اور گروپوں کے درمیان جو اختلافی پہلو ہیں بورڈ اپنے کو ان سے الگ رکھتے ہوئے ان کے معاملات ان مسلکوں کے ذمہ داروں پر ہی چھوڑتا ہے، ان میں وہ کسی کے حق میں فریق نہیں بننا چاہتا ہے، اور اسی میں بورڈ کی وحدت اور مشترک تعاون کا راز پوشیدہ ہے۔ بورڈ نے شریعت اسلامی کے بنیادی

مسائل اور تحفظ شریعت کو ہی اپنا بنیادی مقصد بنایا ہے، اور اس تحفظ کے لئے بورڈ کے ذمہ داروں نے متعدد مشکل مسائل کے حل کی کوشش کی، اور کامیابی حاصل کی، اور اس سلسلہ میں ہمارے پیش رووں نے بڑی بلند ہمتی اور بڑی حکمت عملی کا ثبوت دیا، ان کی ان کامیاب کوششوں سے بورڈ کا وقار بڑھا۔ لیکن دنیا تغیر پذیر ہے، حالات کروٹ بھی لیتے ہیں، اور مسائل بھی نئے ابھرتے ہیں، اس سے بورڈ کو چوکنا اور ہوشیار رہنا پڑتا ہے۔ الحمدللہ بورڈ نے اس سلسلہ میں جن تدابیر کی ضرورت سمجھی، اور جن معاملات کو توجہ کا زیادہ طالب پایا ان کی فکر کی، لیکن بورڈ کے پاس میڈیا یا اپنا کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس لئے بورڈ کی توجہ اور کارکردگی کی تفصیل اور وضاحت عام نہیں ہوسکی، اور کچھ لوگوں میں ناواقفیت کی بنا پر بورڈ کی کارکردگی میں کمزوری اور کوتاہی کا احساس پیدا ہوا۔ اب بورڈ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنے ارکان اور ہمدردوں کے سامنے وقفہ وقفہ سے اپنی کوششوں اور کارکردگی سے واقفیت کرانے کا خبر رساں ذریعہ بھی اختیار کرے گا، انشاء اللہ اس سے وقتاً فوقتاً پیدا ہونے والی بدگمانیوں کا ازالہ ہوگا۔

بورڈ کے پیش نظر مسلمانوں کے ملی تشخص اور شریعت اسلامیہ کے تحفظ کا جو اصل اور بنیادی کام ہے، وہ دو پہلو رکھتا ہے، ایک داخلی اور ایک خارجی۔ خارجی پہلو تو یہ ہے کہ باہر سے کسی حکومت، یا کسی عدالتی ادارہ یا اکثریت کی طرف سے اگر ملی تشخص اور شریعت اسلامیہ کے تحفظ کو کوئی خطرہ پیش آتا ہے تو اس کا مقابلہ کرے، لیکن یہ مقابلہ دستور کے دائرہ میں رہتے ہوئے اور جمہوری طریقۂ کار سے کیا جانا ہے، اور الحمدللہ گذشتہ مدت میں اسی طریقۂ کار سے فائدہ حاصل ہوا اور متعدد اہم قانونی معاملات مناسب طریقہ سے حل ہوئے۔ اب قانونی سطح کے ایسے معاملات کو چیک کرنے کے لئے اور ان کی درستگی کے لئے مناسب طریقۂ کار تجویز کرنے کے لئے بورڈ نے باقاعدہ لیگل کمیٹی کی تشکیل بھی کردی ہے، جو حکومت و عدالت کے دائروں میں ملی تشخص اور شریعت اسلامیہ کے تحفظ کو وقتاً فوقتاً اٹھنے والے خطرات کا جائزہ لیتی رہے، اور ضروری کارروائی کرے، اس کمیٹی کی اس طرح کی تشکیل تو ابھی قریبی مدت میں ہوئی ہے، لیکن اس کی اس تشکیل سے پہلے بھی اس کا کام کمیٹی ہی کے طرز پر مختص قانون داں حضرات ہر موقع پر کرتے رہے ہیں، اور اب انشاء اللہ مزید باقاعدہ انداز میں کیا کریں گے۔

ملت کے تشخص اور شریعت کے تحفظ کا دوسرا پہلو داخلی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جس بات کا مطالبہ ہم دوسروں سے کرتے ہیں، اس کو ملت کے اندر بھی عمل میں آنا چاہئے، مسلمانوں کے معاشروں میں بہت سی ایسی رسمیں اور عادتیں اختیار کرلی گئی ہیں جن میں ایک طرف تو ایک دوسرے کے ساتھ ظلم وزیادتی کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں، جو زیادہ تر ازدواجی معاملات میں اور آپس کے حقوق کی صحیح ادائیگی میں پیش آتی ہیں، ان میں عام طور پر ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق پر ظلم وزیادتی کا عمل پایا جاتا ہے، مثلاً مہر کی عدم ادائیگی، کسی بات پر ناراض ہوکر بغیر شریعت کا حکم معلوم کئے طلاق میں جلدی، اور نکاح کے موقع پر بیجا اسراف، اور جہیز کے نام سے نامناسب بار ڈالنا، نیز بیوی کی طرف سے شوہر کے ساتھ شریعت کے بتائے طریقہ سے معاملہ نہ رکھنا اور من مانا طریقہ اختیار کرنا۔ ان ہی باتوں سے معاشرہ میں کشمکش اور ٹکراؤ کی صورت بنتی ہے جو معاشرتی لحاظ سے بھی غیر مناسب ہے، اور شریعت اسلامی کی خلاف ورزی بھی ہوتی ہے جو ایک طرف رب العالمین کی ناراضگی کا باعث ہے، اور دوسری طرف اس سے اسلام کی بدنامی ہوتی ہے اور مسلمانوں کی شبیہہ غیروں میں خراب ہوتی ہے۔

بورڈ نے ان خامیوں کی اصلاح کے لئے پہلے ہی سے مہم چلانے کا پروگرام بنا رکھا ہے، اور اب اس کو مزید مستحکم اور منظم کیا جارہا ہے، اور اس کو ایک مرکزی کمیٹی کی نگرانی میں رکھا گیا ہے، اور اس کی علاقائی کمیٹیاں بھی بنائی گئی ہیں، جو مسلم معاشرہ کے اندر اپنے دائرۂ عمل کے لحاظ سے اصلاح کی ضرورت بتائیں اور لوگوں میں معاشرہ کے عیوب اور غیر شرعی طور وطریق کی خرابیاں اجاگر کریں، اور ان کی اصلاح کی تدابیر پر غور کریں، الحمدللہ اس کمیٹی نے اپنے دائرہ میں خاصا کام کیا ہے، اب مزید اضافہ کی طرف توجہ دی جارہی ہے۔

اسی طرح مسلم معاشرہ میں شرعی معاملات کے سلسلہ میں جو نزاعات پیدا ہوتے رہتے ہیں، عام طور پر ان کے حل کے لئے حکومت کے عدالتی اداروں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، جس میں شرعی بنیاد پر نتیجہ نکلنے کی امید کم ہوتی ہے، اس کے حل کے لئے بورڈ نے شرعی پنچائت کے طور پر دار القضاء کے ادارے جگہ جگہ قائم کرنے کو مفید سمجھا۔ یہ دار القضاء شرعی اصولوں کے مطابق نزاعات کو ختم کرنے کی تدابیر اختیار کرتے ہیں، اور نزاعات میں شریعت کی رو سے فیصلہ دیتے ہیں۔ یہ دار القضاء تا حال ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہوئے ہیں اور مزید قائم کئے جارہے ہیں۔ ان دار القضاؤں کو زیادہ توجہ سے اور غور وفکر کے ساتھ فیصلہ کرنا ہوتا ہے، اس لئے ان میں مشاق، تجربہ کار اور شریعت سے واقف عالم ہی کو قاضی بنایا جاتا ہے، اس کے ساتھ اس کی معاونت کے لئے علمی وانتظامی دونوں طرح کے حضرات متعین کئے جاتے ہیں، جگہ کا مناسب انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کام پر خاصے مصارف آتے ہیں، اس لئے دار القضاؤں کے قیام کی رفتار بہت تیز نہیں ہوسکی ہے۔ لیکن الحمدللہ

یہ کام بتدریج ہو رہا ہے اور اس کے نتائج بھی بڑے اچھے سامنے آرہے ہیں، جو اس کمیٹی کی طرف سے پیش کردہ رپورٹ کے ذریعہ آپ کے سامنے رکھے جارہے ہیں۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایک ماڈل نکاح نامہ کا مسئلہ کئی سال سے بحث ومباحثہ کا موضوع بنا ہوا تھا، ماڈل نکاح نامہ کی بات یوں سامنے آئی تھی کہ نکاح کے تعلق سے بہت سے مسائل زوجین کے درمیان پیش آتے ہیں، ان میں پیش آنے والی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے ایک مناسب شکل کا نکاح نامہ بنانے کی تجویز بورڈ کے سامنے رکھی گئی، بورڈ نے اس کو قبول کرلیا تھا، لیکن اس کے مختلف پہلوؤں پر مختلف مشورے اور مختلف رائیں سامنے آئیں، اس لئے بورڈ نے نکاح نامہ تیار کرنے میں احتیاط کا رویہ اختیار کیا، اور غور وفکر کے بعد یہ طے کیا کہ اگر کوئی نمونہ تیار کرکے پیش کرنا ضروری ہی ہے تو اس کی تجویز میں صرف متفقہ پہلوؤں پر ہی زور دیا جائے، اور شریعت کے جو بنیادی احکام ہیں ان کو واضح کیا جائے، اور ان پر عمل کرنے کے لئے مناسب ہدایات شامل کرکے ایک نمونہ پیش کردیا جائے۔

ملک میں پہلے سے علاقائی طور پر الگ الگ نکاح نامے جاری ہیں، بورڈ کا یہ نمونہ کا نکاح نامہ ان سے ملتا جلتا اور مزید وضاحت کا ہے، اس لئے علی العموم قابل قبول ہوسکتا ہے، اور یہ ان پر لازمی بھی نہیں ہوگا۔ یہ صرف مثال کے طور پر ہے کہ اس کو جو چاہے اپنا سکتا ہے۔ باقی جو نزاعات نکاح کے کرنے اور نکاح کا تعلق ختم کرنے کے سلسلہ میں پیش آتے ہیں ان کے لئے قائم شدہ اور نئے قائم کئے جانے والے دار القضاؤں کی طرف رجوع مناسب ہوگا۔

رہا بابری مسجد کا مسئلہ تو وہ اولاً بورڈ کے اصل معاملات میں داخل نہیں تھا، اس کے لئے الگ سے متعدد کمیٹیاں کام کررہی تھیں، لیکن حالات کے خاص حد تک پہونچنے کے بعد وہ مسئلہ بورڈ کے ذمہ کردیا گیا، بورڈ اس کو تحریکی طریقہ کے بجائے عدالتی طریقہ سے حل کرنے کی بقدر استطاعت کوشش کرتا رہا ہے، اور مسئلہ الحمد للہ صحیح انداز سے چل رہا ہے، اور اچھی توقع کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ کے معاملات کے لئے بورڈ نے الگ سے کمیٹی تشکیل دیدی تھی، وہ برابر دلچسپی لیتی ہے اور اس کی ذمہ داری انجام دے رہی ہے۔

حضرات!

یہ بات دوبارہ عرض کرنا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں چونکہ دینی لحاظ سے مختلف مسلک اور سیاسی لحاظ سے مختلف نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں، اور بورڈ نے چونکہ ملت اسلامیہ کے مشترکہ معاملہ یعنی شریعت اسلامی کے تحفظ کو اپنا موضوع بنایا ہے، اور مسلمانوں کے سارے مسالک جو توحید ورسالت اور آخرت پر ایمان رکھنے میں مشترک ہیں، اس مقصد میں شریک ہیں، لہذا بورڈ ان سب کا نمائندہ ہے، اور اس کو یہ سب اپنا نمائندہ سمجھتے بھی ہیں، اور یہی بات تمام مسلکوں کو بورڈ سے جوڑے ہوئے ہے۔ بورڈ دوسرے مسائل کو جن میں آپسی اختلافات ہیں اپنے دائرۂ کار میں نہیں سمجھتا، ان کے لئے مسلمانوں کی الگ الگ جماعتیں ہیں جو اپنے جماعتی مسائل اور اپنے اپنے مخصوص سیاسی نقطۂ نظر کے تحت کام کرتی ہیں، بورڈ ان میں خود دخل دینے کو صحیح نہیں سمجھتا، اور ان مختلف جماعتوں کے لوگوں سے بھی اس بات کی امید رکھتا ہے کہ وہ اپنے مخصوص مسائل میں بورڈ کی طرف سے مشارکت کے طالب نہ ہوں۔

بورڈ کا اختیار کردہ یہ طریقہ ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعہ سب کو ایک پلیٹ فارم پر متحد رکھا جاسکتا ہے، اور چونکہ شریعت کے تحفظ کا مسئلہ ہی پوری امت کا مشترکہ اور بنیادی مسئلہ ہے، اور اس کی قوت و حفاظت کی ذمہ داری پوری امت کی ذمہ داری ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کے باوجود ایک ایسا ادارہ بن گیا ہے جو ملت اسلامیہ کے دین وشریعت اور اتحاد واشتراک کا نہ صرف یہ کہ ذریعہ بنا، بلکہ تحفظ کے ذرائع اختیار کرنے اور ان کے حسب اقتضا تدابیر اختیار کرنے کا ذریعہ بھی بنا ہے، بورڈ کی اس اجتماعی وحدت کو کسی جزوی فائدہ یا گروہی یا شخصی مصلحت سے نقصان پہونچانے کی کوئی کوشش ہوتی ہے تو وہ ملت کے لئے ایک سانحہ بن سکتی ہے، کیونکہ وحدت آسانی سے قائم نہیں ہوا کرتی، اور قائم ہوجائے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل سمجھنا چاہئے، اور اس فضل کی قدر کرنی چاہئے، اور کسی شخصی یا گروہی مصلحت سے اس فضل کو ختم نہیں کرنا چاہئے۔

اس امت کی تاریخ میں ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ ملت کی وحدت میں رخنہ پڑنے سے ملت کو بڑا خمیازہ بھگتنا پڑا ہے۔ ہمارا یہ ملک سیکولر ملک ہے، اس میں دستوری لحاظ سے سب مذہبوں کو اپنی مصلحت کے مطابق کام کرنے کی اجازت ہے، حکومت کی طرف سے مذہبی معاملات میں جانب داری برتنے کی دستور اجازت نہیں دیتا، لہذا ہر مذہب کے افراد کو اپنے مذہب کے تحفظ کی فکر خود ہی کرنی ہے، اگر ہماری ملت کی یہ وحدت ٹوٹتی ہے تو مذہب کا مشترکہ تحفظ بھی قابل عمل نہیں رہ جاتا۔ گذشتہ دنوں میں بورڈ کے دائرہ سے باہر کے بعض حضرات نے بورڈ سے اپنی بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے بورڈ سے الگ تنظیمیں بنانے کا اقدام کیا، اور ان کے اس اقدام کو خود ان کے مسلک میں سب کی تائید وقبولیت حاصل نہیں ہوئی، اور اس کو ایک انفرادی یا محدود گروہی اقدام قرار دیا گیا۔ لیکن چونکہ اس طرح کے اقدام بورڈ کے ارکان اور ہمدردوں کے دائرہ سے باہر کے

بعض افراد کا ہے اس لئے خوشی کی بات ہے کہ اس کا اثر بورڈ پر کوئی زیادہ نہیں پڑتا، بورڈ اپنے ارکان کے ساتھ محفوظ ہے، اور سارے مسلمان مسلکوں کے نمائندے حسب سابق اس میں شریک اور معاون ہیں، اس لئے بورڈ اپنی ذمہ داریوں کو حسب سابق سکون سے انجام دے رہا ہے، اور اس کا باوقار مقام محفوظ ہے، لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس سے امت کے باہر کے لوگوں کے سامنے بورڈ کی بے داغ حیثیت کو نقصان پہونچا، کاش کہ بورڈ سے عدم اتفاق کا اظہار کرنے والے اس بات کو سمجھتے کہ امت کو اس بورڈ سے جو وقار حاصل رہا ہے، اس سے بے اطمینانی کا اظہار کرکے انہوں نے درخت کی اس شاخ کو توڑنے کی کوشش کی ہے جس پر وہ خود بیٹھے ہیں، البتہ بورڈ الحمد للہ اپنے مقام پر ہے اور اپنے مطمح نظر کے مطابق کام کررہا ہے۔

ایک بات بہت قابل توجہ ہے، وہ یہ کہ بورڈ کے ارکان میں سے بعض کو بعض معاملات میں بورڈ کی کارکردگی سے شکایت ہوسکتی ہے، اس لئے کہ سب انسان ہیں اور اصحاب فکر ونظر ہیں، لیکن ان شکایات کو بورڈ کے اندر ہی حل کرنا چاہئے، اعلانیہ طریقہ سے بورڈ کے باہر آزاد میڈیا میں اپنی شکایت پیش کردینا ایسا عمل ہے کہ اس کے کرنے والے کو، اگر وہ بورڈ کی اہمیت اور افادیت کو سمجھتا ہے، تو اس کے اس عمل سے ملت کو جو نقصان پہونچ سکتا ہے، اس کو سمجھنا اس کے لئے مشکل نہیں۔ ہم سارے ارکان سے اپیل کرتے ہیں کہ گھر کے اندرونی نظام میں کوئی شکایتی بات ہو تو اس کو باہر سڑک پر اعلان واظہار سے طے کرنا کوئی مفید بات نہیں ہوسکتی، ہمارے ارکان کو بورڈ کی اہمیت وافادیت کا الحمد للہ پورا احساس ہے، لیکن وقتاً فوقتاً بعض حضرات سے اس طرح کی بھول ہوجاتی ہے، بورڈ کے جو ذمہ دار ہیں، بورڈ کی طرف سے ترجمانی کرنا ان ہی کے دائرۂ کار کی بات ہے، اس اصولی بات کا لحاظ رکھنا قرین مصلحت بھی ہے، اور افادیت کا حامل بھی۔

گذشتہ دنوں جو باتیں پیش آئیں ان میں مختلف جگہوں سے اس سلسلہ میں بے احتیاطیاں کی جانے کی طرف توجہ بھی دلائی گئی ہے۔ حضرات ارکان و معاونین بورڈ سے اس بات کی درخواست ہے کہ میڈیا میں کچھ کہنے میں اس احتیاط کا خیال رکھیں۔

حضرات!

بورڈ کے پیش نظر جو مقصد اور ذمہ داریاں ہیں، ان کے سلسلہ میں یہ چند معروضات واشارے پیش خدمت کئے گئے ہیں، میری درخواست یہ ہے کہ بورڈ کے کام کے تقاضوں اور دشواریوں دونوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ سب حضرات ذمہ داران بورڈ کے ساتھ بھرپور تعاون دیں، اور بورڈ چونکہ ایک رضاکارانہ اور عوامی ہمدردی پر قائم ادارہ ہے، اس لئے وہ سب کے تعاون کا مستحق ہے، اور سب سے بڑا فریضہ یہ ہے کہ ادارہ قائم رہے، اور کسی کو بھی گروہی یا انفرادی مصلحت سے اس کو نقصان نہ پہونچانے دیا جائے، ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ اجلاس انشاء اللہ اپنے سابقہ تجربات اور ہمدردوں کے نیک مشوروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں رہے گا۔ اور ﴿ و اعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا ﴾ (کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور ادھر ادھر متفرق نہ ہو) پر عمل کرتے ہوئے اس ملک کی ملت اسلامیہ اپنے عزم و حوصلہ کا اعلیٰ ثبوت دے گی۔

حضرات!

ہمارا یہ اجلاس وقت کے لحاظ سے کچھ تاخیر سے منعقد ہورہا ہے، وقت کے لحاظ سے کیرالہ میں دسمبر میں اجلاس منعقد کرنے کی رائے ہوئی تھی، لیکن کیرالہ میں اجلاس کے لئے بورڈ کے تعارف اور اس کی اہمیت کے سلسلہ میں کام پورا نہیں ہوسکا تھا، اس لئے اجلاس کو مؤخر کیا گیا۔ اسی درمیان میں بھوپال کے ہمدردوں اور معاونین کی طرف سے بھوپال میں اجلاس کی دعوت ملی تو اس کو قبول کرلیا گیا کہ کیرالہ میں اجلاس منعقد کرنے کے لئے وقت درکار ہے، اس طرح بعد میں کیرالہ میں اجلاس وقت پر منعقد کیا جاسکے گا۔

ہم بھوپال کے دوستوں کے جن کی نمائندگی مجلس استقبالیہ کے ذریعہ سامنے ہے، اور ان کی کوششوں سے یہ اجلاس منعقد ہورہا ہے، ہم ان کے بہت بہت شکر گذار ہیں، ان میں خاص طور پر حضرت مولانا شاہ محمد سعید میاں صاحب مجددی امیر دار العلوم تاج المساجد بھوپال، اور ان کے معاونین خاص جن میں دار العلوم تاج المساجد کے منتظمین، اہل شوری اور بھوپال کے مختلف حلقوں کی نمائندہ شخصیتیں اور اہل فکر ودانش جن میں ترجمہ والی مسجد کے سربراہ اور ان کے معاونین بھی شامل ہیں، ہم بہت بہت ان کے شکر گزار ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس اجلاس سے مفید اور ضرورت کے مطابق تجاویز اور فیصلے سامنے آئیں گے، اور ان سے ملت اسلامیہ ہندیہ کو فائدہ پہونچے گا۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعاء ہے کہ ان کوششوں کو جو ملت کے مفاد کے لئے ہیں قبول فرمائے، اور اپنی رضا کے حصول کی سعادت عطا فرمائے۔ میں اسی کے ساتھ ساتھ بورڈ کے تنظیمی ذمہ داروں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی فکرمندی اور کوشش سے اجلاس کے انعقاد کی راہ بنی اور یہ اجلاس منعقد ہوا۔ و من الله التوفيق ، و بنعمته تتم الصالحات.

☆☆☆

جنرل سکریٹری رپورٹ

بموقع اٹھارہواں کل ہند اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

بمقام احاطہ دارالعلوم تاج المساجد، بھوپال

حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین والعاقبۃ للمتقین۔

صدر محترم ومعزز ارکان وحاضرین آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ومہمانان گرامی!

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اٹھارہواں اجلاس عام دسطی ہند کے مشہور شہر بھوپال میں ملک کے مشہور اور وسیع وعریض تاج المساجد کے دامن میں ایسے وقت منعقد ہو رہا ہے جبکہ ملک کی بلکہ ساری دنیا کی نظریں مسلمانان ہند کے اس نمائندہ ادارے کی طرف لگی ہوئی ہیں آج دنیا یہ نظارہ کر رہی ہے کہ مسلمانوں کے تمام مسالک اور فقہ اسلامی کے تمام دبستانوں سے تعلق رکھنے والی شخصیتیں یہاں موجود ہیں اور مسلم پرسنل لا کی برقراری اور اس کے تحفظ کے لئے اتحاد ملت کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔

حاضرین کرام! خاندان، معاشرہ کی بنیادی اکائی ہے، یہ اکائی جتنی مضبوط ہوگی، معاشرہ اتنا ہی مضبوط ہوگا، خاندان کا استحکام معاشرہ کو مستحکم کرتا ہے۔ خاندان کی یگانگت اور اخلاقی بلندی معاشرہ میں ان ہی خوبیوں کو پروان چڑھاتی ہیں۔ دنیا اس بات کی قائل ہو چکی ہے کہ دنیا بھر میں مسلم خاندان جیسا مضبوط اور مستحکم کوئی اور نہیں۔ اس خاندان کی تشکیل اس کے اعضاء وارکان کے درمیان حقوق وفرائض کی نوعیت اور اس کے حدود کا تعین کائنات کے خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس ذات واحد کے آخری پیغمبر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں جہاں جہاں ان امور کے بارے میں احکامات بیان فرمائے ہیں وہاں وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور ان سے آگے مت بڑھو۔ عائلی امور سے متعلق شریعت اسلامی کے احکامات کی بنیاد کسی معاشرہ کی رسومات یا کسی سماج کی روایات نہیں ہیں۔ ان کا سرچشمہ اللہ کا کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابتہ ہے۔ یہ مسلمان کے دین کا جزء لاینفک یعنی اٹوٹ انگ ہے اس حقیقت کا شعور خود مسلمانوں میں رہے اور ہمارے برادران وطن اور دوسری قومیں بھی اس حقیقت کا احساس کر لیں۔ یہ احساس باہمی روابط کو انصاف کی بنیاد پر استوار کرنے اور باہمی اعتماد ومفاہمت کے فروغ کا باعث ہوگا۔

مسلمانان ہند نے جب یہ محسوس کیا کہ ان کے دین کے اس اہم شعبہ میں رخنہ اندازی کی کوشش ہو رہی ہے تو آج سے لگ بھگ ۳۳ رسال پہلے دسمبر ۱۹۷۲ء میں شریعت اسلامی کے تحفظ کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا، اس وقت سے یہ بورڈ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مسلسل مصروف اور سرگرم عمل ہے، اپنے مقاصد سے غیر متزلزل وابستگی اور اس بورڈ سے مسلمانوں کی مثالی یگانگت اور تائید وحمایت کے مظاہروں کے دیکھنے کے بعد اغیار نے ریشہ دوانیاں شروع کیں چند نادان، جان بوجھ کر یا انجانے میں آلہ کار بن گئے، مگر مسلمانوں کا یہ عزم سلامت ہے کہ تحفظ شریعت کے لئے انکی اجتماعی قوت میں وہ کوئی کمزوری آنے نہیں دیں گے، یہی اجتماعی قوت ان کے مذہبی وتہذیبی شخص وشناخت کی برقراری کی ضامن ہے یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا نمائندہ کردار اور زیادہ روشن اور واضح ہو گیا ہے۔

معزز حضرات وخواتین! آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا سولہواں اجلاس مشہور تاریخی شہر حیدرآباد میں جون ۲۰۰۲ء میں منعقد ہوا تھا جس میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو صدر منتخب کیا گیا، اس کے بعد سترہواں اجلاس بانی تحریک حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ کے وطن مونگیر میں مارچ ۲۰۰۳ء میں منعقد ہوا، جس میں دیگر امور کے علاوہ سہ سالہ میقات کے لئے میقاتی ارکان کا انتخاب عمل میں آیا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ روز اول ہی سے مسلم معاشرہ کی اصلاح پر توجہ دیتا رہا ہے۔ اگر ہمارے معاشرہ میں تبدیلی آئے اور غیر اسلامی رسوم ورواجات کو ترک کرنے کا رجحان پیدا ہو جائے اور اسلام کے اصول، احکامات اور قوانین پر بہر صورت کاربند رہنے اور انکی پابندی کرنے کا جذبہ پروان چڑھے تو مسلمانوں کو دین اور شریعت سے ہٹانے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی، اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں بورڈ کی توجہ زیادہ معاشرتی اور عائلی مسائل اور خاص طور پر شادی بیاہ میں رسومات اور طلاق کے معاملہ میں ناپسندیدہ طریقہ کار کے سد باب اور اس کی شرح کو ذہن سازی کے ذریعہ کم کرنے پر مرکوز رہی ہے۔ مونگیر کے اجلاس میں یہ احساس ابھرا کہ سماج سدھار کے اس دائرہ کو وسیع کیا جائے اس میں دیگر معاشرتی برائیوں کے ازالہ پر بھی توجہ دی جائے، اس کے دائرہ کو اس انداز میں بھی وسعت دی جائے کہ انسانی نقطہ

نظر سے جو سماجی برائیاں مسلمانوں اور غیر مسلم برادران وطن میں مشترک ہیں ان کو بھی اس مہم میں شریک سمجھا جائے۔ دائرہ کی اس وسعت سے تمام اہل وطن کے مشترکہ اجتماعات کے انعقاد کی راہ کھلے گی، اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں موجود غلط فہمیوں کو دور کرنے کا موقعہ ملے گا اور مسلمانان ہند امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کی طرف قدم اٹھائیں گے، ان کی شبیہ ملک کے بہی خواہ اور ساری انسانیت کے ہمدرد کی بنے گی اس نقطہ نظر سے اصلاح معاشرہ کے موضوعات میں اضافہ کیا گیا، ذات برادری، اونچ نیچ، بے پردگی، بے حیائی، سود اور معاشی استحصال، بدزبانی وتلخ گوئی، فحاشی وعریانیت جیسی مشترک سماجی برائیوں کے خلاف جدوجہد کے علاوہ عام بہبود کے معاملات جیسے صفائی وحفظان صحت، مذہبی رواداری اور مذہبی جذبات کا احترام، آفات وحوادث میں باہم اشتراک وتعاون، خواتین کا تحفظ، والدین بزرگوں اور پڑوسیوں کے حقوق بھی اصلاح معاشرہ کے دائرہ کار میں شامل کئے گئے۔

بورڈ کے محترم صدر نے ۵ر اپریل ۲۰۰۳ء کو منعقدہ مجلس عاملہ کے اجلاس میں مولانا سید محمد ولی رحمانی سکریٹری بورڈ کو اصلاح معاشرہ تحریک کا مرکزی کنوینر نامزد فرمایا اس سے قبل مجلس عاملہ کی جانب سے ملک کی ریاستوں کے لئے کنوینرس مقرر کئے گئے۔ ۴ر جولائی ۲۰۰۴ء کو بمقام کانپور کے اجلاس عاملہ میں مرکزی کنوینر مولانا سید محمد ولی رحمانی نے اپنی سرگرمیوں کی تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ بورڈ کی مجلس عاملہ نے اپنے کئی اجلاس میں اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں مختلف تدابیر اور اس کام کے اہم پہلوؤں پر غور کیا۔ اس موقع پر کنوینرس اور سماجی کارکنوں کے ورکشاپ کے انعقاد کا فیصلہ بھی کیا اور خشیت الٰہی، روز آخرت میں جوابدہی کے عقیدے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا فہم یقین اور نماز باجماعت ادائیگی کی پابندی کی تلقین کو اصلاح معاشرہ کا لازمی جز وقرار دیا کیونکہ کوئی اصلاح، ایمان ویقین کے استحکام کے بغیر ممکن نہیں۔ اصلاح معاشرہ کی تحریک کی رفتار کار اور اس کی سرگرمیوں کی روئداد آپ حضرات کے سامنے مرکزی کنوینر وسکریٹری بورڈ مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب پیش کریں گے اس لئے میں مزید تفصیلات کا ذکر مناسب نہیں سمجھتا۔

شریعت پر کاربند رہنے اور اس کی تکمیل پابندی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمان اپنے شخصی اور خاندانی نزاعات اور جھگڑوں کا تصفیہ شرعی احکامات کے مطابق کریں، اگر مسلمانوں کا یہ مزاج بن گیا اور اس طریقہ کار کو انہوں نے اختیار کر لیا تو ہم شریعت کو بیرونی یلغار، مداخلت اور رخنہ اندازی سے بچا سکتے ہیں اس لئے شرع شریف کے مطابق نزاعات کے تصفیہ کے لئے نظام کی تشکیل ضروری ہے چنانچہ دارالقضاء کے قیام کے بارے میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سابقہ فیصلوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بورڈ کے سولہویں اجلاس منعقدہ حیدرآباد (جون ۲۰۰۲ء) میں اس ضرورت کے احساسات کا اعادہ کیا گیا کہ ہر ضلع اور ہر بڑے شہر وقصبہ میں دارالقضاء قائم کئے جائیں، دارالقضاء کی دینی اہمیت کو واضح کیا جائے تاکہ مسلمان شریعت کے حکم کے مطابق اپنے نزاعات کا فیصلہ دارالقضاء ہی سے کرائیں اور اس کے فیصلوں کو خوش دلی سے تسلیم کریں، مدارس اسلامیہ سے بھی کہا گیا کہ دارالافتاء کی طرح وہ اپنے یہاں دارالقضاء قائم کریں اور مناسب تربیت یافتہ قاضی کی خدمات حاصل کریں تاکہ دینی اور ملی ضرورت پوری ہو سکے۔ محترم صدر بورڈ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے جنرل سکریٹری کے مشورہ سے ایک ۵ رکنی کمیٹی تشکیل فرمائی اس کے کنوینر مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی نے ۵ر اپریل ۲۰۰۳ء کو لکھنؤ میں منعقدہ اجلاس عاملہ میں اپنی کمیٹی کی رپورٹ پیش کی اس کمیٹی کی سفارشات میں یہ اصول بھی تجویز کیا گیا کہ بورڈ ان ہی مقامات پر دارالقضاء کے قیام کی کوشش کرے جہاں پہلے دارالقضاء نگلہ شرعیہ شرعی پنچایت قائم نہ ہو، اس اصول کی سفارش بھی کی کہ جہاں امارت شرعیہ قائم ہو وہاں امیر شریعت کو دارالقضاء کے قیام کے لئے متوجہ کیا جائے۔ مجلس عاملہ نے ان دونوں اصولوں کو قبول ومنظور کیا۔ اس کمیٹی نے اپنے لئے نشانے اور خطوط کار مقرر کئے، ملک کے بعض علاقوں کا دورہ بھی کیا، بعض مقامات نے قضاء کی تربیت کے انتظام میں بھی دلچسپی لی، ۲۵ر دسمبر ۲۰۰۴ء کو لکھنؤ میں منعقدہ اجلاس عاملہ میں یہ طے کیا گیا کہ دارالقضاء کے قیام کے سلسلہ میں دینی مدارس اور مسلم تنظیموں کا تعاون حاصل کیا جائے، چنانچہ ۲۰ر مارچ ۲۰۰۵ء کو مرکزی دفتر پر شمالی ہند کے دینی مدارس اور مسلم تنظیموں کے نمائندوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا، اس اجلاس عام میں دارالقضاء کمیٹی کی کارگردگی کی رپورٹ کنوینر مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی پیش کریں گے جس سے اب تک کے کام کا نقشہ آپ حضرات کے سامنے آئے گا۔

حضرات! آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا سولہواں اجلاس (حیدرآباد ۲۰۰۲ء) اور سترہواں اجلاس (مونگیر ۲۰۰۳ء) ایسے حالات میں منعقد ہوئے جبکہ دینی مدارس کے خلاف بہتان تراشی کی مہم چل رہی تھی، ذرائع ابلاغ اور مخالف مسلم گوشوں سے مدارس اسلامیہ کو دہشت گردوں کے اڈے اور دہشت گردوں کی پناہ گاہیں قرار دیا جا رہا تھا، حکومتی ذرائع سے بھی بعض نام نہاد رپورٹیں ان ہی پر الزامات کی توثیق میں جاری کی جاتی تھیں۔ اس سازشی مہم کے ذریعہ نہ صرف مدارس بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کو پروان چڑھایا جا رہا تھا۔ اس مہم کو

این۔ڈی۔اے حکومت کی حمایت حاصل تھی اور وزراء کے ایک گروہ (گروپ آف منسٹرس) کی اور وزارت داخلہ کی اسٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹس سے بھی ان الزامات کی پشت پناہی ہوئی۔ یہ الزامات عمومی انداز میں لگائے گئے کسی واقعہ یا مدرسہ کے کوائف سے کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا گیا اور نہ کیا جاسکتا تھا کیونکہ یہ الزامات بے بنیاد اور من گھڑت تھے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس مہم کے آغاز پر ہی اس کی نوٹس لے چکا تھا۔

اجلاس حیدرآباد میں بورڈ نے اپیل کی کہ علماء زیادہ ہمت اور حوصلے سے مدارس کی مدد کریں اور اس کے صحیح کردار سے غیر مسلم برادران وطن کو واقف کرائیں، اس اجلاس نے مدارس کے ذمہ داروں سے کی کہ وہ ریاستی سطح پر منظم ہو کر مخالفانہ مہم کے تدارک کے اقدامات کریں، اجلاس مونگیر میں اس سازشی مہم کے محرکات کا جائزہ لیتے ہوئے مدارس کے ذمہ داروں سے گذارش کی کہ وہ قومی وملی ضرورتوں کو بھی شریک نصاب کریں جن کی انسانی معاشرہ کو ضرورت ہے، آمد وصرف کا حساب کتاب منظم رکھیں اور اس کی سالانہ تصحیح کسی چارٹرڈ اکاونٹینٹ سے کروائیں جعل سازی سے بچنے کے لئے معائنہ وتفتیش کے لئے آنے والوں کے بارے میں پوری طرح اطمینان کرلیں کہ یہ واقعی سرکاری افسران ہیں، ذرائع ابلاغ کو ضروری معلومات فراہم کرتے رہیں اور مدارس کی تقریبات میں علاقہ کے برادران وطن کی معزز شخصیتوں کو بلایا کریں اور صاف ذہن اشخاص سے ملاقاتوں اور تبادلہ خیال کا سلسلہ جاری رکھیں۔ دینی مدارس کے لئے بورڈ نے ۲۰۰۱ء ہی میں ایک کمیٹی کی تشکیل کی تھی جس کے کنوینر مولانا سید سلمان حسینی ندوی ہیں اس کمیٹی کی کارگزاری آپ حضرات کے سامنے ان کی رپورٹ کے ذریعہ آئے گی۔ اس موقع پر اپنے اس احساس کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ پچھلے سال ملک میں جو سیاسی تبدیلی آئی اور جس کے نتیجہ میں این۔ڈی۔اے مرکز میں اقتدار سے محروم ہوئی، اس کی وجہ سے دینی مدارس کے خلاف بے بنیاد پروپگنڈہ کی شدت باقی نہیں رہی اور ان مذہبی تعلیمی اداروں کو بدنام کرنے اور اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمان کے خلاف نفرت کو فروغ دینے کا پہلا سا سلسلہ باقی نہیں رہا۔

معزز خواتین وحضرات! بابری مسجد کے حقیت (ٹائٹل) کے مقدمہ، اس کے انہدام کے واقعات واسباب کی تحقیقات اور انہدام کے ملزمین کے خلاف فوجداری کیس کے معاملات پر بورڈ نے نظر فرمائی اور ان کی جانب توجہ دی۔ الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ کے روبرو زیر سماعت مقدمہ کی کاروائی سے جناب ظفر یاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ بورڈ کو واقف کراتے رہے اور مجلس عاملہ کے اجلاس میں رپورٹ پیش کرتے رہے۔ اس اجلاس عمومی میں بھی وہ رپورٹ پیش کریں گے اس طرح جسٹس لبرہان کمیشن کے آگے بورڈ کی جانب سے جناب یوسف حاتم صاحب مچھالا سینیر ایڈوکیٹ پیروی کررہے ہیں اور اس میں جناب بہار برقی صاحب ایڈوکیٹ ان کے مددگار ہیں، ان کی رپورٹ بھی اجلاس میں پیش ہوگی۔ فوجداری کیس میں شری لال کرشن اڈوانی پر فروجرم عائد کرنے کے فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی گئی، اس کاروائی اور دیگر متعلقہ قانونی کاروائیوں کی روئیداد، کمیٹی آن بابری مسجد کے کنوینر ڈاکٹر قاسم رسول الیاس کی رپورٹ کے ذریعہ اجلاس کے سامنے آئے گی، ۲۰۰۳ء میں کانچی کے شنکر آچاریہ نے بابری مسجد کے مسئلہ پر جو کچھ کیا اور بورڈ نے اس تعلق سے جو موقف اختیار کیا اس کا ذکر اس موقعہ پر میں ضروری سمجھتا ہوں۔

کانچی شنکر آچاریہ صدر بورڈ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کی علالت کی خبر پاکر لکھنؤ آکر ملے اور مزاج پرسی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، صدر محترم نے انہیں باخبر کردیا تھا کہ یہ ملاقات صرف شخصی نوعیت کی ہوگی اور کوئی مسئلہ زیر بحث نہیں آئے گا تاہم ۷ر جون ۲۰۰۳ء کو ملاقات کے دوران کانچی شنکر آچاریہ نے بابری مسجد پر گفتگو کی خواہش کا اظہار کیا جس پر ان سے کہا گیا کہ وہ اپنی تجاویز تحریری طور پر بھیجیں تاکہ انہیں مجلس عاملہ کے سامنے پیش کیا جا سکے، اس کے بعد ۱۶ر جون کو صدر محترم کو انکا خط موصول ہوا، اس میں یہ فارمولہ درج تھا کہ غیر متنازعہ فیہ زیر تحویل اراضی پر مندر کی تعمیر کے لئے نو آبجکشن، (کوئی اعتراض نہیں ہے) دیئے پر بورڈ غور کرے متنازعہ فیہ اراضی پر بعد میں گفت وشنید کی جاسکتی ہے اور ایک پرامن تصفیہ سے عدالت کو آگاہ کیا جاسکتا ہے اور اس کی بنیاد پر عدالت فیصلہ دے سکتی ہے، متنازعہ فیہ اراضی کے تحفظ کے لئے ایک دیوار تعمیر کی جاسکتی ہے جو غیر متنازعہ زیر تحویل اراضی کے مابین حد فاصل ہوگی ان امور پر سمجھوتہ کی صورت میں دونوں مل کر حکومت سے اس مؤثر نفاذ کی درخواست کرسکتے ہیں کانچی شنکر آچاریہ کے اس فارمولہ میں کئی اہم تفصیلات نہیں تھیں اور اس بارے میں بھی یہ فارمولہ خاموش تھا کہ کیا (مندر کی بہر حال تعمیر چاہنے والے) عدالت کے فیصلہ کو قبول کریں گے، ایک سال قبل مارچ ۲۰۰۲ء میں شنکر آچاریہ ایک ملاقات کے دوران غیر مبہم الفاظ میں مسلمانوں کو یہ یقین دہانی کرا چکے تھے کہ ہندو اور مسلمان دونوں متنازعہ فیہ اراضی کے مقدمہ میں عدالت کے فیصلہ کے پابند ہوں گے اور یہ کہ عدالت کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہونے کی صورت میں مسلمانوں کو اس جگہ مسجد کی تعمیر نو کی اجازت ہوگی جہاں مسجد انہدام سے قبل واقع تھی۔ ۲۰۰۲ء ہی میں

ان سے بورڈ نے کہا تھا کہ وہ مجوزہ مندر کی تعمیر کے تمام نقشے اور تفصیلات فراہم کریں اور جو یقین دہانی کرائی گئی ہے اس کی تحریر دشوہندو پریشد اور رام جنم بھومی نیاس کے ذمہ داروں سے حاصل کرکے اسکی نقل بورڈ کو روانہ کریں ۱۶ر جون ۲۰۰۳ء کے مراسلہ کے ساتھ یہ کاغذات نہیں روانہ کئے گئے تھے اور ۲۰۰۲ء میں جو یقین دہانی کی گئی تھی اس کا اعادہ بھی نہیں کیا گیا تھا۔ چنانچہ صدر محترم نے اس فارمولہ کو بورڈ کی مجلس عاملہ کے سامنے رکھنے سے پہلے ایک تحریر کے ذریعہ ان امور کی وضاحت کی خواہش کی جس کے جواب میں یکم جولائی ۲۰۰۳ء کے مرقوط خط کے ذریعہ شنکر آچاریہ نے اپنے فارمولہ کو واپس لے لیا اور مسلمانوں سے کہا کہ وہ ایودھیا کی متنازعہ جگہ ہندوؤں کو دان کردیں، ساتھ یہ بھی مطالبہ کردیا کہ کاشی، متھرا اور ایودھیا، یہ تینوں مقامات ہندوؤں کے ہیں اور ملک کے وسیع مفاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے پیش نظر، اگر ابھی نہ سہی کچھ وقت بعد ہی سہی، ان مقامات کو ہندوؤں کے حوالے کرنا ہی پڑے گا، مسلمانوں کو اس کے لئے اپنے طور پر خود کو آمادہ کرنا ہوگا۔ ۶ر جولائی ۲۰۰۳ء کو مجلس عاملہ کا اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا جس میں ان تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد اجلاس اس نتیجہ پر پہنچا کہ شنکر آچاریہ کے موقف میں تبدیلی کے بعد خود انہوں نے مزید گفت وشنید کا کوئی امکان باقی نہیں چھوڑا۔ اجلاس نے شنکر آچاریہ پر بھی واضح کردیا کہ یکم جولائی کے مراسلہ میں مرقوم ان کی تجاویز کو بورڈ مسلمانوں کو ڈھکے چھپے الفاظ میں دی جانے والی دھمکیوں سے تعبیر کرتا ہے کہ وہ سنگھ پریوار کے غیر معقول مطالبات کو غیر مشروط طور پر تسلیم کرتے ہوئے اپنے حق سے دستبردار ہوجائیں یہ تجاویز نہ صرف غیر منصفانہ اور غیر معقول ہیں بلکہ مسلمانان ہند کی عزت نفس، شان اور وقار سے ہم آہنگ بھی نہیں ہیں اور اس لئے انہیں قبول نہیں کیا جاسکتا۔ اس اجلاس نے صدر بورڈ کو مجاز گردانا کہ وہ بابری مسجد سے متعلق کسی بھی تجویز پر بورڈ کی ۳ر دسمبر ۱۹۹۰ء، ۹ر جنوری ۱۹۹۳ء اور ۱۰ر مارچ ۲۰۰۲ء کی قراردادوں کی روشنی میں فیصلہ کریں جن میں یہ موقف بیان کیا گیا ہے کہ ''شریعت کے نقطہ نگاہ سے بابری مسجد کی جگہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، اسے نہ فروخت کیا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی اور طریقہ سے منتقل کیا جاسکتا ہے'' بابری مسجد کے مسائل پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے شرعی اور اصولی موقف کی وجہ سے ان کی ہمتیں پست ہوگئیں جو مفادات کے تحت وشہ برداری کی تائید کے لئے کوشاں تھے حکومت پر اور مفاد پرست عناصر پر یہ واضح ہوگیا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ہوتے ہوئے بابری مسجد کے تعلق سے کوئی سودا بازی نہیں ہوسکتی ہے۔

حاضرین کرام! آپ جانتے ہیں کہ نکاح نامہ کی ترتیب ایک عرصہ سے بورڈ کی پیش نظر رہی ہے اجلاس بنگلور میں پیش کردہ مسودہ کی جگہ دوسرے مسودہ کو مرتب کرنے کا فیصلہ ہوا چنانچہ ماڈل یعنی نمونہ کے نکاح نامہ کی ترتیب کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کے مرتب کردہ مسودہ کو مجلس عاملہ کے کئی اجلاس میں پیش کیا گیا جس میں ارکان مجلس عاملہ کے علاوہ دینی مدارس کے ذمہ داروں اور اصحاب افتاء کی رائے حاصل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ دو مرتبہ یہ مسودہ رائے کے لئے روانہ کیا گیا چنانچہ ۲۵ر دسمبر ۲۰۰۴ء کے اجلاس میں مجلس عاملہ کے ان آراء کی روشنی میں ترمیم و تبدیلی کے ساتھ مسودہ کو قطعیت دی۔ یہ مسودہ مجلس عمومی (جنرل کونسل) کی منظوری کے لئے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

اس نکاح نامہ کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ملک میں کئی علاقوں میں کئی طرح کے نکاح نامہ رائج ہیں، دیہاتوں اور دور دراز کے علاقوں میں نکاح نامہ کا زیادہ رواج نہیں ہے مسلمان ملک کے گوشہ گوشہ میں شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں بھی پھیلے ہوئے ہیں ان تمام حقائق کو نظر میں رکھتے ہوئے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ بورڈ تمام نکاح ناموں کو ختم کرکے ان کی جگہ یہ نکاح نامہ رائج کرنے کی کوشش نہیں کررہا ہے بلکہ یہ نکاح نامہ صرف ایک نمونہ ہے، اگر اس میں بہتری نظر آئے تو اس کے مطابق رائج نکاح ناموں میں ترمیم وتبدیلی کی جاسکتی ہے، حتی الامکان اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اس میں تمام ہی مسالک کے رعایت رکھی جائے تاہم اگر یہ محسوس ہو کہ اس میں کسی خاص مسلک کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے تو اس مسلک کے لئے ضروری ترمیم وتبدیلی کی جاسکتی ہے۔ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ نکاح نامہ میں جو ہدایات ہیں وہ محفل نکاح میں شادی کرنے والے لڑکے اور لڑکی دونوں کو پڑھ کر سنائی جائیں، آخر میں جو اقرار نامہ ہے اس کی اہمیت کو محسوس کیا جائے کہ اس سے مسلمانوں کو خاندانی معاملات میں شریعت اسلام پر کاربند رہنے کا موقعہ ملے گا، نزاعات کے شرعی احکامات کے مطابق تصفیہ ہوگا، دارالقضاء کو استحکام ملے گا اور مسلمانوں کو کم خرچ اور ممکنہ طور پر کم وقت میں شرعی فیصلہ ملے گا۔

حضرات! اس وقت ملکی وبین الاقوامی سطح پر اسلامی شریعت کی اساسیات پر سوالات اٹھائے جا رہے ہیں، اور تشکیک پیدا کرنے کی کوشش ہورہی ہیں جس کو مغرب اور مغرب کے خوشہ چینوں کی تائید حاصل ہے، فقہ اسلامی کی حیویت وحرکیت، شریعت اسلامی کے دوام اور نصوص کی ناقابل تبدیل ہیئت کے بارے میں تحریریں لکھی جارہی ہیں، اس بات کی سعی کی جارہی ہیں کہ بنیادی نظام اور فکری سانچہ میں تبدیلی لانے اور اسے قبول کرنے کی فضا بن جائے۔

گذشتہ دنوں ملک کے اخبارات ورسائل اور

میڈیا کے ذریعہ پرسنل لا کے تعلق سے جو عنوانات سامنے آئے ان میں حقوق نسواں سے متعلق مختلف پہلو تھے جن میں تعدد ازدواج، طلاق، خلع، وراثت، جہیز و مہر، اور مسلم خواتین کی سماجی حیثیت وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اس کے ساتھ مسلم معاشرہ کے سماجی بگاڑ، اور اخلاقی و معاشرتی انحطاط کا موضوع بھی اصلاح معاشرہ کے تناظر میں زیر بحث آیا۔ اسی کے ساتھ مسلم سماج کے تعلیمی واقتصادی بدحالی کو دور کرنے کے پس منظر میں فیملی پلاننگ کا ایشو بھی لایا گیا۔

الحمدللہ ان مسائل پر بورڈ اور اس سے وابستہ علماء اور اسلامی قوانین کے تحفظ اور تطبیق شریعت کی فکر رکھنے والے افراد اور تنظیموں نے دینی اعتبار سے ملت کی رہنمائی کی اور اسلامی قوانین کے خصائص پر روشنی ڈالی۔

حضرات! اتنے بڑے وسیع وعریض ملک اور اتنی بڑی آبادی میں اسلامی قانون کی برتری، اسلامی قوانین شریعت کی اہمیت وضرورت، اس کے نفاذ و تطبیق، اور اس کے دفاع کا کام متحدہ ومشترکہ طور پر کرنے کی ضرورت ہے۔

ہماری دینی ذمہ داری ہے کہ شریعت اور اس کے احکام کی مصلحت وحکمت، ضرورت واہمیت، انسانی مزاج وطبیعت کے لئے قوانین شرعی کی موزونیت وافادیت کو ہر سطح پر ثابت کریں، یہ کام فکری سطح سے عملی سطح تک، انفرادی سطح سے اجتماعی سطح تک، منظم و مضبوط انداز سے کرنے کی ضرورت ہے اس میں دینی مدارس کے نوجوان طلباء اور فضلا، ائمہ مساجد نیز دینی تنظیموں اور جماعتوں کو اپنا فعال رول ادا کرنا ہوگا، انہیں آگے بڑھ کر صالح معاشرہ کی تعمیر کرنی ہوگی، انہیں نکاح کی تقریب کو آسان بنانے، اور لین دین کے خلاف مہم چلانی ہوگی۔

حضرات! منصوبے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، منصوبوں کو صرف مالی تعاون ہی کی ضرورت نہیں ہوا کرتی بلکہ عملی تعاون اور جہد مسلسل اور اخلاص وللّٰہیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے، منصوبہ خواہ مالیات کی فراہمی کا ہو، یا اصلاح معاشرہ کا، قضاء کے نظام کا ہو یا لٹریچر کی تیاری کا، کاموں کی توسیع کا ہو یا دوروں کی ترتیب کا، قانون دانوں اور وکلاء کے لئے اسلامی قوانین کی تفہیم کا ہو یا ذہن سازی کا ہو یا فکری تربیت کا، یہ سب منصوبے اور کام محض تمناؤں اور آرزوؤں سے پورے نہیں ہو سکتے اس کے لئے فرزانگی کے ساتھ مقصد کے تئیں دیوانگی کی اشد ضرورت ہے اور یہ جذبہ بحمداللہ ملت میں زندہ اور موجود ہے، صرف اس کو بیدار کرنے کی دیر ہے۔

بورڈ محض ادارہ کا نام نہیں بلکہ وہ ایک تحریک ہے، تحفظ شریعت اور نفاذ شریعت کی تنظیم، اس کے ارکان اپنی اپنی جگہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ متحرک ہو جائیں تو معاشرہ خود بخود سنورنے اور سدھرنے لگے گا۔

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44,Haji Building, S.V.Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele: Add Cupkettle
Tel:3460220,3468708

۱۲نمبر اور ۱۲x کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے

قنوج کے قدیم مشہور ومعروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ واعلیٰ
☆شمامۃ العنبر ☆عطر گلاب ☆روح خس ☆عطر موتیا ☆عطر حنا ☆عطر گل ☆عطر کیوڑہ،
☆اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

آئیڈیل پرفیوم سنٹر (پرائیویٹ لمیٹیڈ) قنوج فون:234445

نکاح نامہ

نوٹ: یہ نکاح نامہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۴ء کو لکھنؤ میں پیش کیا گیا۔ جس کو مجلس عاملہ نے منظور کیا اور پھر بورڈ کے حالیہ اجلاس بھوپال میں اسے جنرل باڈی نے منظوری دی۔ واضح ہو کہ یہ نکاح نامہ لازمی نہیں ہے۔

مقام نکاح..... پوسٹ..... بلاک/منڈل/تعلقہ..... ضلع وریاست.....
بتاریخ..... سنہ ۱۴ھ مطابق..... سنہ ۲ء بروز..... بوقت.....

ضروری معلومات

(نکاح پڑھانے والے نکاح سے پہلے درج ذیل معلومات حاصل کریں)

۱۔ نکاح کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان نسب یا رضاعت (دودھ کا رشتہ) یا مصاہرت (سسرالی رشتہ) کے اعتبار سے کوئی حرمت والی قرابت نہ ہو۔

۲۔ عورت، نکاح کرنے والے مرد کی موجودہ بیوی یا زیر عدت مطلقہ کی حقیقی یا رضاعی یا علاتی بہن یا خالہ یا پھوپھی یا بھانجی یا بھتیجی نہ ہو۔

۳۔ نکاح کرنے والی عورت اس وقت کسی دوسرے کے نکاح میں نہ ہو۔

۵۔ نکاح کرنے والی عورت اس مرد کی مطلقہ ثلاثہ نہ ہو۔

ان باتوں کا اطمینان کر لیا گیا ہے، اور چونکہ اس سلسلہ میں یہ اطمینان ہو گیا ہے کہ ان دونوں کے نکاح میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے، اس لئے نکاح کی کاروائی مکمل کی گئی۔

۶۔ شریعت نے عدل وبرابری کے شرط کے ساتھ جو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے، یہ اسی دائرہ میں ہے یا نہیں ہے؟

دستخط نکاح خواں:.....

نام نکاح خواں..... مکمل پتہ..... دستخط نکاح خواں.....
شوہر (عاقد) کا نام..... ولد..... والدہ کا نام.....
تاریخ پیدائش:..... عمر..... سال.....
قومیت:..... پیشہ..... عہدہ.....
دستخط شوہر

اگر نکاح بذریعہ وکیل ہو تو:۔

شوہر کے وکیل کا نام:..... ولد..... عمر( ) سال
پیشہ:..... عہدہ:.....
پتہ.....
دستخط (وکیل شوہر).....

زوجہ (عاقدہ) کا نام:..... بنت..... والدہ کا نام.....
عمر( ) سال تاریخ پیدائش:..... قومیت (Nationality).....
دستخط زوجہ.....

عاقدہ (زوجہ) کے ولی کا نام:..... ولد..... عمر( ) سال
پیشہ:..... عہدہ:..... عاقدہ سے رشتہ.....
مکمل پتہ:.....
دستخط (ولی عاقدہ).....

عاقدہ (زوجہ) کے وکیل کا نام:..... ولد..... عمر( ) سال
پیشہ:..... عہدہ:..... عاقدہ سے رشتہ.....
مکمل پتہ.....
دستخط (وکیل عاقدہ)

زوجہ (عاقدہ) سے اجازت کے گواہ

گواہ (۱)

نام:..... ولد..... عمر( ) سال
پیشہ:..... عہدہ:.....
مکمل پتہ:.....
دستخط گواہ (۱).....

گواہ (۲)

نام:..... ولد..... عمر( ) سال
پیشہ:..... عہدہ:.....
مکمل پتہ:.....
دستخط گواہ (۲).....

اگر عاقدہ سے اجازت لینے کے گواہ نکاح کی مجلس میں موجود نہ ہوں اور دیگر متعدد لوگ موجود ہوں تو نکاح کے وقت موجود لوگوں میں سے دو اشخاص کو گواہ بنا لینا چاہئے، اس لئے ایسی صورت میں درج ذیل کالم کی بھی خانہ پری کی جائے۔

نکاح کے گواہ

گواہ (۱)

نام:..... ولد..... عمر( ) سال
پیشہ:..... عہدہ:.....
مکمل پتہ:.....

دستخط گواہ (۱).....

گواہ (۲)

نام:.....ولد.....عمر ( ) سال

پیشہ:.....عہدہ.....

مکمل پتہ:.....

دستخط گواہ (۲)

مہر کی مقدار

(عدد میں).....(لفظوں میں).....معجل (فوری ادائیگی کی شرط لگائی گئی ہو۔)

مؤجل (بعد میں ادائیگی کے وعدے کے ساتھ).....

دستخط عاقد.....دستخط عاقدہ.....

دستخط نکاح خواں.....

ہدایات برائے زوجین

(۱) نکاح رسول اللہ ﷺ اور انبیاء کی سنت ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اسے مسنون طریقہ پر انجام دیا جائے، اور تمام خلاف شرع امور سے بچا جائے۔

(۲) نکاح میں لڑکے یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے نقد رقم، جہیز، یا اس کے مہمانوں کے لئے دعوت کا مطالبہ کرنا خلاف شرع اور سخت گناہ ہے۔

(۳) نکاح کو آسان بنایا جائے، اور فضول خرچی سے اجتناب کیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے نکاح کو بابرکت قرار دیا ہے جس میں کم اخراجات ہوں۔

(۴) میاں، بیوی کو قرآن مجید نے ایک دوسرے کے لئے لباس قرار دیا ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے جذبات کا پاس ولحاظ رکھیں، ان کی کمزوریوں سے حتی الوسع درگزر کریں، اور ایک دوسرے کے ساتھ خوشگوار رویہ اختیار کریں، کہ اس کا اثر نہ صرف ان پر بلکہ خاندان اور پورے سماج پر بھی مرتب ہوتا ہے۔

(۵) نکاح کے ذریعہ شوہر پر بیوی کے درج ذیل حقوق عائد ہوتے ہیں:

☆ اپنے معیار کے لحاظ سے کھانا، پینا، لباس اور رہائش کا انتظام، اور ضرورت پر علاج کا انتظام۔

☆ بیوی کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنا۔

☆ حسب ضرورت والدین اور محرم رشتہ داروں سے ملاقات کا موقع دینا۔

☆ بیوی کو اس کی مرضی کے بغیر میکے میں نہ چھوڑنا اور معلقہ بنا کر نہیں رکھنا۔

☆ باہمی اشتراک سے اولاد کی بہتر تعلیم وتربیت کی طرف توجہ کرنا۔

☆ کسی شدید مجبوری کے بغیر طلاق دینے سے اجتناب کرنا۔ ایک وقت میں تین طلاق دینے سے بچنا۔

(۶) بیوی پر شوہر کے یہ حقوق ہیں:

☆ جہاں تک ممکن ہو شوہر کی راحت کا لحاظ کرنا۔

☆ جائز باتوں میں اس کی فرمانبرداری کرنا۔

☆ کہیں آنا جانا ہو تو شوہر کی اجازت سے جانا۔

☆ اپنی عزت وآبرو کی پوری طرح حفاظت کرنا۔

☆ بچوں کی پرورش وگلہداشت کرنا۔

(۷) بیوی کا ایک اہم حق اس کا مہر بھی ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ نکاح کے وقت ہی دے دیا جائے، اگر اس وقت مہر کے ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو بعد میں ادا کیا جاسکتا ہے، لیکن کوشش کرنی چاہئے کہ جلد سے جلد مہر ادا کر دیا جائے۔

(۸) اگر مہر بعد میں ادا کرنا ہو تو بہتر ہے کہ مہر سونا یا چاندی میں مقرر کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح مہر مقرر فرمایا ہے۔

(۹) اگر خدانخواستہ میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو جائے اور شوہر بیوی کے طرز عمل سے غیر مطمئن ہو تو اولاً اس کو سمجھائے، اللہ کا خوف دلائے، اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے معاملہ کی درستگی کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرے، اگر اس کے باوجود اصلاح حال نہ ہو تو زوجین خاندان کے بزرگوں یا علماء اور سماج کے سمجھدار لوگوں میں سے دو یا ایک شخص کو حکم بنائیں، اور وہ جو فیصلہ کریں دونوں اسے قبول کریں، اگر ان سب کے باوجود حالات بہتر نہ ہوں تو بدرجہ مجبوری اس بات کی اجازت ہے کہ علیحدگی کا شرعی طریقہ اختیار کیا جائے، اور اس کے لئے دارالقضاء یا کسی مستند عالم سے رجوع کیا جائے۔

اقرار نامہ

☆ الحمدللہ، ہم دونوں مسلمان ہیں، اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم ازدواجی زندگی میں احکام شریعت کے پابند رہیں گے۔

☆ ہم ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں گے، اور اپنے تعلقات کو آپس میں خوشگوار رکھنے کی پوری کوشش کریں گے۔ لیکن اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے ہمارے درمیان کوئی نزاع پیدا ہو جائے تو دارالقضاء.....رشرعی پنچایت رمستند عالم دین ہمارے درمیان ثالث ہوگا، اور وہ جو بھی فیصلہ کرے گا ہم دونوں اس کے پابند رہیں گے۔ فقط

دستخط زوج.....دستخط زوجہ.....

دستخط گواہ اول.....دستخط گواہ دوم.....

دستخط نکاح خواں.....

وضاحت بابت نکاح نامہ

حضرت صدر ومعزز عہدہ داران وارکان مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ بات آپ حضرات کے علم میں ہے کہ بورڈ کی طرف سے پہلی بار نکاح نامہ کا مسودہ بنگلور اجلاس میں پیش کیا گیا تھا، جہاں تک مجھے یاد ہے اس اجلاس میں نفس نکاح نامہ پر تو کوئی اعتراض نہیں کیا گیا تھا، لیکن نکاح نامہ کے بعض مندرجات پر اشکالات پیش کئے گئے تھے، کچھ اشکالات فقہی نوعیت کے تھے اور کچھ اشکالات اس پہلو سے تھے کہ نکاح کے وقت ان امور کا ذکر خوشگوار ماحول کو مکدر کر سکتا ہے اور باہم بے اعتمادی کا سبب بن سکتا ہے، چنانچہ اشکالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے موجودہ نکاح نامہ کمیٹی نے بہت سے اندراجات کو حذف کر دیا اور اسے زیادہ سے زیادہ متفق علیہ بنانے کی کوشش کی، یہاں تک کہ چند ماہ پہلے صدر بورڈ نے عہدہ داران اور کچھ علماء کی ایک غیر رسمی نشست طلب فرمائی، جس میں نکاح نامہ کی خواندگی کی گئی اور بعض لفظی ترمیمات کے بعد مجلس میں پیش کرنے کے لئے آخری شکل دی گئی،

اس نکاح نامہ میں بنیادی طور پر تین امور ملحوظ رکھے گئے ہیں:

اول یہ کہ نکاح سے متعلق ضروری امور کا ریکارڈ ہو جائے اور احکام شرعیہ کی روشنی میں ضروری تنقیحات کر لی جائیں۔

دوم: یہ کہ زوجین کو ان کے فرائض اور حقوق کے بارے میں تذکیر کی جائے۔

سوم: ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والے نزاعات کے متعلق مقامی دارالقضاء یا شرعی پنچایت کو حکم بنایا جائے، تاکہ شرعی اور قانونی طور پر فریقین کے لئے اپنے نزاعی مقدمات کو فیصل کرانا آسان ہو جائے۔

نکاح نامہ کے سلسلے میں بعض احباب کو اشکال ہے کہ یہ ایک غیر ضروری عمل ہے، جس کا شریعت نے پابند نہیں بنایا ہے.....اس سلسلہ میں عرض ہے کہ

۱۔ معاہدات کو تحریر میں لے آنا شرعاً مستحب ہے، اس سے بعض نزاعات کو حل کرنے میں سہولت ہوتی ہے، اور جس عمل کے ذریعہ کسی بہتر عمل کو حاصل کیا جا سکتا ہو وہ عمل بھی فی الجملہ شریعت میں مطلوب ہوتا ہے۔

۲۔ بورڈ کی طرف سے ہر مسلمان پر اس نکاح نامہ کو لازم قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ صرف اس کی ترغیب دی جائے گی، اس لئے یہ کسی ایسی چیز کو لازم قرار دینا نہیں ہے جس کو شریعت نے لازم نہیں رکھا ہے۔

۳۔ اس نکاح نامہ کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو غیر شرعی عدالتوں میں جانے سے روکا جا سکے گا اور دارالقضاء یا شرعی پنچایت کے فیصلہ کو نافذ کرنے میں سہولت ہوگی۔

کچھ حضرات کا خیال ہے کہ نکاح نامہ میں تفویض طلاق کا ذکر بھی ہونا چاہئے اور تعداد ازدواج کے سلسلہ میں قرآن مجید میں جو عدل کی شرط رکھی ہے اس کو بطور شرط کے ذکر کیا جانا چاہئے، ورنہ تو اس نکاح نامہ سے مصیبت زدہ عورتوں کے مسائل کو حل کرنے میں کوئی مدد نہیں ملے گی، اس سلسلہ میں عرض ہے کہ نکاح کے وقت طلاق کے مسئلہ کو اٹھانا واقعہ ہے کہ باہمی بے اعتمادی کو جنم دینے کا سبب بنے گا اور بہت سے لوگ اس تذکرہ پر ناگواری محسوس کریں گے، اس لئے نکاح کے موقع پر تفویض طلاق سے گریز ہی مناسب معلوم ہوتا ہے، اسی طرح ایک سے زیادہ نکاح کے لئے عدل کی جو شرط رکھی گئی ہے، اس سلسلہ میں یہ طے کرنا کہ شوہر عدل کر سکے گا یا نہیں؟ بنیادی طور پر تو اس مرد کا حق ہے، نکاح نامہ میں اس قسم کی شرطیں لگانے کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ آئندہ حکومت اس معاملہ میں دخیل ہونے کی کوشش کرے اور عدالتوں کا جو رخ ہے اس کے تحت ممکن ہے کہ وہ اس حکم شرعی کی غلط اور ناواجبی تشریح کرنے لگے، اسی لئے ان امور سے بچتے ہوئے تحکیم کی صورت اختیار کی گئی ہے، تحکیم کے ذریعہ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے عورتوں کو ان کے تمام حقوق دلائے جاسکتے ہیں اور ان پر زیادتی کو روکا جاسکتا ہے، پس بظاہر اس میں عورتوں کے بعض حقوق کا ذکر نہیں ہے، لیکن نکاح کے وقت تحکیم ایک ایسی صورت ہے جس کے ذریعہ ازدواجی زندگی کی بیشتر مشکلات کو حل کیا جاسکتا ہے اور مظلوم عورتوں کو ان کے حقوق دلائے جاسکتے ہیں۔

نکاح نامہ کا موضوع اخبارات اور ذرائع ابلاغ میں آچکا ہے اور اب اس پر طرح طرح کی رائے زنی کی جارہی ہے، اس لئے مناسب ہوگا کہ معزز ارکان نکاح نامہ کے اس مسودہ کو منظور فرمالیں، تاکہ دارالقضاء کے نظام کو تقویت پہنچے، مسلمانوں کو مقدمہ بازی کی لعنت سے بچایا جاسکے اور لوگوں میں نکاح نامہ کے سلسلہ میں جو شکوک وشبہات ہیں ان کا ازالہ ہو سکے، امید کہ معزز ارکان ان نکات کو سامنے رکھ کر مناسب فیصلہ فرمائیں گے۔

والسلام

خالد سیف اللہ رحمانی (کنوینر کمیٹی برائے ترتیب نکاح نامہ)

دینی تعلیمی کونسل کا اجلاس رائے بریلی

۸ رمئی ۲۰۰۵ء کو رائے بریلی میں دینی تعلیمی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں بڑی تعداد میں مندوبین شریک ہوئے، اس اجلاس کی صدارت مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء جناب ڈاکٹر سعید الاعظمی ندوی نے کی۔ شب میں ایک عظیم الشان اجلاس عام ہوا، جس کی صدارت دینی تعلیمی کونسل کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے فرمائی، خطبہ استقبالیہ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی دامت برکاتہم نے پیش فرمایا۔ ان کے علاوہ جنرل سکریٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی بھی بہ نفس نفیس شریک رہے اور دیگر علماء کرام نے بھی جلسہ عام کو خطاب کیا، جناب اسد اللہ ندوی نے اس جلسہ کے اہتمام میں کافی سرگرمی دکھائی اور رائے بریلی کے علاوہ اطراف واکناف کے مختلف ضلعوں سے بھی عوام نے اس میں بڑی تعداد میں شرکت کی۔

تعارف وتبصرہ

''آداب وفضائل درود وسلام''

مولفہ جناب مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی

از۔ جناب پروفیسر وصی احمد صدیقی

جناب مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی کی کتاب'' آداب وفضائل درود وسلام'' پیش نظر ہے۔ اس کا معرکۃ الآرا مقدمہ ''روح کائنات'' خاصہ کی چیز ہے اور نام سے پوری مطابقت رکھتا ہے اس حقیر مضمون نگار کو اس بات کا اقرار ہے کہ عشق رسول ﷺ کے اس والہانہ بیان کو جو سطروں میں بھی ہے اور سطروں کے بیچ میں بھی، اس نے کسی اور کتاب میں نہیں پایا ہے اور کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے منفرد ہے۔

درود ہے کیا چیز۔ یہ اپنی محبت کا اقرار اور پیغام ہے اور خالص دل کا معاملہ ہے۔ یہ چند الفاظ کی بندھی ٹکی دعا نہیں ہے جو صرف زبان سے ادا ہوتی ہو۔ اپنے نبی کی عظمت اور محبوبیت کو دیکھئے کہ خود خالق کائنات اور اس کے فرشتے ان پر صلاۃ اور سلام بھیج رہے ہیں اور وہ ایمان والوں کو تاکید کر رہا ہے کہ تم بھی ایسا کرو۔ کیا ہو سکتا ہے کسی اور کا یہ مقام! الوہیت اور رسالت کی سرحدیں الگ الگ ہیں مگر ان کے بیان میں نزاکتیں ہیں۔ جب سعدی اپنا مشہور قطعہ لکھتے ہیں جس میں حضور ﷺ کو صاحب جمال اور سید البشر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ کے درخشاں چہرے سے چاند کو نور حاصل ہوتا ہے اور آپ کی ثناء کا حق ادا کرنا ممکن نہیں مگر آخر میں کہتے ہیں کہ اللہ کے بعد سب سے اعلیٰ آپ ہیں۔ انتہائی صحیح بات کہنے کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ جیسے حسن بیان کھو دیا اور تینوں مصرعوں کی گداختگی چوتھے مصرعہ کی ریاضی میں کھو گئی۔

میں نے مولانا کی کتاب پر اپنے احساسات لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تھا۔ یہ بات ضروری نہ تھی کیونکہ اسی رسالہ کے صفحات پر جناب شاہ مفتی بدر احمد یحییٰ صاحب اس کا حق ادا کر چکے ہیں اور کتاب اور مؤلف کتاب پر ان کی بہترین تحریر سب کے پڑھنے میں آچکی ہے مگر میرا لکھا مشق نام لیلیٰ میں آتا ہے۔ کوئی اضافہ نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی گوشہ چھوٹا نہیں اور اگر کوئی ٹھکانے کی بات لکھ جاؤں تو یہ صرف مؤلف کتاب کی نسبت سے ہوگی۔

بہت دنوں کی بات ہے۔ شاہجہانپور میں اپنی ابتدائی ملازمت کے دوران ایک قلندر نما بزرگ سے ملاقات رہتی تھی جو بہت ہی مہربان ہو گئے تھے۔ کبھی حلیہ دائی کا قصہ گاگر سنا رہے ہیں۔ کبھی واقعہ معراج کا۔ انداز اتنا والہانہ کہ سننے والا خود جذبات سے مغلوب ہو جائے۔ ایسی باتیں بھی جو بنی اسرائیل کے اس چرواہے کی یاد دلا دے جو اللہ میاں سے کہہ رہا تھا کہ آپ مل جائیں تو آپ کے پیر دباؤں اور اسی نمونہ کی دوسری خدمتوں کا عزم جو اللہ میاں کے لئے مضحک تھیں اور جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈانٹا تھا لیکن یہ ڈانٹ اللہ میاں کو پسند نہیں آئی تھی۔ کبھی کبھی اپنے قلندر کا بیان بھی کچھ اس نمونہ کا ہو جاتا تھا۔ معراج میں حضور ﷺ کے استقبال کی تیاری فرشتے کچھ اس طور پر کر رہے ہیں جیسے دنیا میں کسی اعلیٰ وارفع شخص کا کوئی جلیل القدر مہمان آرہا ہے۔ ''کوئی عرش پر فرش بچھانے لگا''۔ عجب دل کو چھونے والا بیان تھا جس کی مٹھاس آج تک دل میں قائم ہے۔

ایک دن باتوں باتوں میں مجھ سے کہنے لگے کہ دیکھو دعا کی قبولیت کا ایک طریقہ بتاؤں بالکل تیر بہ ہدف۔ ایسا کرو کہ جب دعا مانگنی ہو تو پہلے درود پڑھو پھر جلدی سے عرض حال کرو اور پھر فوراً درود پڑھو۔ درود اللہ کی بارگاہ میں فوراً پہنچتا ہے۔ تمہاری دعا بھی درودوں میں لپٹی ہوئی پہنچ جائیگی۔ یہ طریقہ سمجھ میں آیا مگر میری شامت آئی اور میں نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تو دلوں کا حال جانتا ہے۔ میں اپنے سرکار پر درود کو کسی دنیاوی منفعت کے لئے کیوں استعمال کروں۔ میری دعا تو ایسی ہی ہوگی۔ قلندر کا چہرہ بدل گیا۔ ناپسندیدگی کے نقوش نظر آئے۔ فرمایا کہ بڑے علامہ ہو اور چل دئے۔ پھر ملاقات ایک ہی آدھ بار ہوئی اور بڑی ٹھنڈک کے ساتھ، اس زندگی میں نہ معلوم کتنے بے پناہ پڑھے لکھے لوگوں سے ملاقات رہی۔ عالم بے بدل بھی اور صاحب دل بھی مگر وہ بات کو بکن کی گئی کو بکن کے ساتھ۔

یہ پوری بات بر سبیل تذکرہ آگئی مگر چونکہ ذکر درود کا ہے اس لئے شاید بے محل نہیں۔ یہ درود کا تحفہ جو اللہ میاں حضور ﷺ کو بھیج دیتے ہیں کس قدر گرانقدر تحفہ ہے۔ یہ اس ذات پاک کے لئے تحفہ ہے جس کی تعریف سے زمین آسمان مکان لامکان سب گونج رہے ہیں۔ جن کے روضہ کی زیارت ہر مسلمان کی آرزو اور مراد ہے۔ جس نے زندگی کے گلشن کی آبیاری کی اور بعد ممات کی بشارت کردہ جنت کی وہ مصوری کی ہے جس نے تصور کی آنکھ سے اسے دکھا دیا۔ لیکن اس ذات پاک کے شمائل کی مصوری کون کر سکتا ہے۔ خسرو کا کیا نفیس شعر مولانا نے لکھا ہے:

صورت گر نقاش چیں روصورت یارم بہ بیں
یا صورتے کش ایں چنیں یا ترک کر صورت گری

مولانا نے اپنے لئے لکھا ہے کہ یہ عاجز بات

کو پھیلا کر بیان کرنے کا سلیقہ نہیں رکھتا مگر یہ تو وصف ہوا۔ کنایہ تو صراحت سے بلیغ ہوتا ہے اور ایجاز تو بیان کی جان ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ امتی کا درود تو اپنے مرسل کے لئے محبت کا اظہار ہے وہ نبی جس پر اس دنیا کے خاتمہ تک سلام بھیجا جاتا رہے گا اور پھر خاتمہ کے بعد انھی شفیع اور شافع روز جزا کی شفاعت کی ضرورت ہوگی تاکہ مغفرت ہو۔ وہ جن کی آنکھیں سوتی تھیں مگر قلب نہیں۔ وہ امین اور حق گو جنھوں نے رنگ اور نسل کے فخر کو ختم کر دیا اور مساوات اور رواداری کا تحفہ دیا۔ فضیلت کی وجہ صرف کردار اور سیرت کو بتایا جنھوں نے انسان کی عظمت کو اجاگر کیا۔ جنھوں نے علم حاصل کرنے کی تاکید کی اور فرمایا کہ علم حکمت سے وابستہ ہے۔ بے کسوں کے مربی، بے سہاروں کے سہارا، وہ امی جن کو معلم کا منصب ملا اور بقول سعدی جن کے علم نے امت ملت کے کتبخانوں کو دھو دیا۔

مولانا نے مختلف موضوعات پر جو حدیثیں اکٹھا کی ہیں ان میں زیادہ تر اوصاف اور فضائل کا ذکر ہے یا معاشرت کے آداب۔ ہست و بود کے اسرار زیر تحریر نہیں آئے ہیں اور نہ فقہی احکامات۔ آپ کے چہرہ انور کی نورانیت اور جلالت شان کا ذکر ملے گا۔ آپ پڑھیں گے کہ آپ کی محبت میں صحابۂ کرام کا کیا والہانہ انداز تھا۔ آپ کا زہد اور دنیا سے بے نیازی، آپ کا حلم، عفو اور درگزر، آپ کا ایفائے عہد اور حسن معاملہ، آپ کی ذات کا علوم اور حکمت کا منبع اور مصدر ہونا، آپ کی تعمیر سیرت و اخلاق۔ غرض اسی نمونہ کی باتیں ہیں۔ پھر آداب و فضائل درود وسلام بحق خیر الانام ﷺ پر خامہ فرسائی کی ہے۔ مختلف صحابہؓ کی روایتوں کو بیان کرتے ہوئے مولانا نے درود شریف کب، کن مواقع اور کہاں کہاں پڑھا جائے کا باب شروع کیا ہے اور ہر ایک موقع کے لئے کسی صحابیؓ کی روایت ضرور بیان ہوئی ہے۔

آخری بات صلوٰۃ وسلام کی فضیلت پر ہے اور روایتوں سے مزین ہے۔

دریا کو کوزہ میں بند کرنے کا محاورہ اگر بھرپور استعمال ہوا ہے تو اس کتاب میں۔ اس کتاب کو پڑھنا ایک طرح کی عبادت لگتی ہے۔ وہ عبادت جو صرف فرض کی ادائیگی یا برائے ثواب نہیں بلکہ دل کے تاروں کو مرتعش کر دیتی ہے اور یہ حسرت دل میں پیدا کرتی ہے کہ مقدر کا ستارہ کیوں نہیں چمکا اور اس دور میں کیوں نہیں پیدا ہوئے جس میں حضرت بلالؓ کی طرح ادائے دید سراپا نیاز ہوتی اور اذان سراپا ترانہ بنتی اور حضور ﷺ کو دیکھتے رہنا نماز ہوتی اور حضرت صدیقؓ کی طرح معاملہ ہوتا کہ:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

میں کتاب کا حق نہیں ادا کر پایا ہوں۔ اس سرمایۂ بہار کے لئے اپنے ہاتھ چھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی عمر دراز کرے اور ایسی مبارک تحریریں فردوس نگاہ کا سامان بنی رہیں۔ اب ختم کرتا ہوں اللہ کے اس فرمانے کے ساتھ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔ (اے مومنو تمہارے پاس تمہاری ہی قوم کا ایک فرد رسول بن کر آیا ہے۔ تمہارا تکلیف میں پڑنا اس کو شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لئے خیر کا بہت خواہشمند ہے اور مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم ہے۔)

☆☆☆

بقیہ: اچھا دوست برا ساتھی

کے لئے ایسا ہوتا ہے جیسے کپڑے کے لئے پیوند (کمی کو پورا کرتا ہے)، اگر وہ پیوند کی مانند نہیں ہے تو اس کی دوستی بیکار ہے۔''

مامون (عباسی خلیفہ) کے بقول: ''دوست تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱) غذا کی مانند کہ ان سے کوئی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ (۲) دوا کی مانند کہ ان کی ضرورت کبھی کبھی پڑتی ہے۔ (۳) بیماری کی مانند جسے انسان کبھی نہیں چاہتا مگر وقتاً فوقتاً مبتلا ہو ہی جاتا ہے۔''

حضرت ابوذرؓ کا مقولہ ہے: ''تنہائی، برے ہم نشین سے بہتر ہے اور اچھا ہم نشین، تنہائی سے بہتر ہے۔''

☆☆☆

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی کی
سیرت پاک ﷺ پر ایک اور تازہ تالیف
آداب وفضائل
درود وسلام
ملحقہ
روح کائنات
(سیرت النبی ﷺ کے چند عنوانات)
ملنے کا پتہ
دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ
پھلواری شریف، پٹنہ

ادب اسلامی

(آخری قسط)

اردو زبان پر اسلامی اثرات

عربی تحریر: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی　　اردو ترجمہ: اقبال احمد ندوی غازیپوری

(اس سے قبل کی دو قسطوں کے لئے ملاحظہ ہو اس سے قبل کے تعمیر حیات کے دو شمارے)

ناظرین! مجھ کو معاف کیجئے گا، ان مکانوں کے دیکھنے سے میرا دل ایسا بے قابو ہے کہ میں ان کے حالات بیان کرنے سے بھی قاصر ہوں، بلکہ جو شخص ان درباروں کی ہسٹری اور قلعہ کی جاگرفی کا ماہر ہے وہ کیا ممکن ہے کہ ان کو دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو نہ روئے، اس کا دل بے چین نہ ہو جائے، اس کے بدن پر رونگٹے نہ کھڑے ہو جاویں، اس کی آنکھوں کے سامنے خدا کی سچی عظمت و ہیبت نمودار نہ ہو جائے، دنیا کے فانی ہونے کا پردہ نہ اٹھ جائے، ذرا تھوڑی دیر کے واسطے آپ حدیقۃ الاقالیم میں محمد شاہی دربار کا سماں دیکھ لیجئے، پھر عالم شاہی دربار کا تنزل ملاحظہ فرمائیے، پھر ان ٹوٹی پھوٹی دیواروں میں کرّ و فرّ شاہی کے آثار دیکھئے۔ اللہ اللہ، و لا موجود إلا اللہ۔

اب نہ وہ زمانہ ہے، نہ وہ لوگ ہیں، نہ بادشاہ ہیں، نہ ان کے درباری، یہ ٹوٹی پھوٹی عمارتیں باقی ہیں، جو زبان حال سے مسلمانوں کے اقبال و ادبار، ترقی و تنزل کا بیان کر رہی ہیں، بڑا سنگ دل ہے وہ شخص جو ان کو دیکھ کر نہ رو اٹھے، بڑا قاسی القلب ہے وہ مرد جوان کو دیکھ کر متأثر نہ ہو، بڑا بے حمیت ہے وہ مسلمان جو مسلمانوں کے اقبال و ادبار کی ان حقیقی تصویروں کو دیکھ کر خاموش رہے، بڑا بے غیرت ہے وہ نیچری جو کارخانہ قدرت کی ان نیرنگیوں کو دیکھ کر اپنے عقیدہ پر نادم نہ ہو۔

کیا یہ وہی دربار خاص ہے جن میں بڑے بڑے سلاطین ہند علی قدر مراتب کھڑے ہونے کو فخر سمجھتے تھے، کیا یہ وہی تخت ہے جس کے سامنے بڑے بڑے مہاراجہ سر جھکانے کو اپنا دین و ایمان جانتے تھے، یہ سب کارخانہ قدرت کی نیرنگیاں ہیں، فانی ہے اور زائل تمام کائنات۔ اور باقی ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں تمام عالم کی موت و حیات ہے، جس کی قدرت اور بقاء پر عالم کے نشیب و فراز، گرم و سرد، تلخ و شیریں، تغیرات و حوادث بآواز بلند گواہی دے رہے ہیں، کل شئ هالك إلا وجهه۔

مؤرخ کا قلم رکتا نہیں بلکہ وہ ان آثار کی مزید تصویر کشی کرتا جا رہا ہے اور اپنے رنج و غم کا اظہار پر درد اسلوب میں کر رہا ہے، ادھر قاری کا حال یہ ہے کہ وہ جملہ پر رکتا ہے، آہ سرد کھینچتا ہے اور جب اس کے غم کو ذرا سکون ملتا ہے تو آگے بڑھتا ہے۔

یہ صرف ایک نمونہ ہے، اسی طرح سلاطین گجرات اور وہاں کی تاریخ بیان کرتے وقت ان کا غم تازہ ہو جاتا ہے اور وہ ان فنی یادگاروں کو پیش کرتے ہیں جو مسلمانوں نے دنیا کے مختلف خطوں میں چھوڑی ہیں، تاریخ نگاران سے خود بھی متأثر ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی متأثر کرتا ہے، اور دلوں میں اسلام اور تاریخ اسلام پر فخر اور عظمت اسلامی کے ان مٹے ہوئے نقوش و آثار سے عبرت پذیری کا ایک طوفان بلا خیز اٹھتا ہے۔

یہ بعض نمونے اور مثالیں ہیں جو اردو زبان و ادب اور شاعری میں اسلامی عنصر کی اثر انگیزی و دلآویزی کو پیش کرتی ہیں، اور یہ مثالیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کو تلاش کرنے والا کتابوں سے ان کو ڈھونڈھ نکالنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرے گا، یہ مثالیں نثر بدیع میں، ناول میں، افسانے اور تاریخ و سیرت میں، اور سفرناموں سب میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ بزرگوں کے مواعظ و ملفوظات اور حکایتوں اور اشعار میں زیادہ مؤثر انداز میں ملتی ہیں، اس طرح اردو زبان نے کسی دوسری زبان کے مقابلہ میں اسلامی عنصر سے زیادہ اثر قبول کیا ہے، اور اس میں انحراف و بگاڑ کم سے کم آیا ہے، اور تاریخ کا کوئی بھی دور اس رنگ سے خالی نہیں رہا ہے، حتی کہ جدید دور میں بھی جب کہ مادہ پرستانہ مغربی تہذیب دنیا کی ہر زبان حتی کہ عربی زبان پر بھی اپنے شکنجے مضبوط کر چکی ہے، یہ رنگ موجود ہے۔

اخیر میں میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس طویل سمع خراشی کو گوارہ کیا اور مجھے اپنے افکار ہائے پریشاں اور تأثرات کو پیش کرنے کا موقع دیا، جو دراصل مضمون نگار کا ایک تأثراتی جائزہ ہے، نہ کہ کوئی علمی اور تحقیقی مضمون۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

آنکھوں کی جانچ اور چشموں کا ایک قابل اعتماد مرکز

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے

Auto Refrector Meter AR-860

فوٹوکراک ☆کونٹیلینس ☆ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور اور دھوپ کے چشمے

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین: اے رحمان (علیگ)

۲۱۲، معتبر گنج، اعظم گڑھ، فون 222008

شخصیت

ممتاز جغرافیہ داں

پروفیسر محمد شفیع صاحب

جناب محمد حسن انصاری

ممتاز جغرافیہ داں پروفیسر محمد شفیع جو عالمی شہرت کے حامل ہیں، ضلع جونپور، یوپی میں یکم اگست ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حسین علی اور والدہ کا نام مریم خاتون ہے۔ ابتدائی تعلیم جونپور کی ہے۔ ہائی اسکول اور انٹر میڈیٹ کے امتحانات بالترتیب ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۳ء میں یوپی بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن سے پاس کیا۔ بی۔اے کی ڈگری ۱۹۴۵ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے حاصل کی۔ اور ۱۹۴۷ء میں جس سال ملک آزاد ہوا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے جغرافیہ میں ایم۔اے۔کیا۔ اور ۱۹۵۶ء میں انھیں لندن اسکول آف اکنامکس (لندن یونیورسٹی) نے ان کے مقالہ "Land Utilization in Eastern Uttar Pradesh" پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔ اس مقالہ میں گاؤں کی سطح پر زمین کے استعمال کو منصوبہ بند کرنے اور زمین میں گراوٹ کو روکنے کا طریقہ بتایا گیا ہے جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ ریوڈی جنیرو (برازیل) میں مشہور برطانوی جغرافیہ داں پروفیسر سر ڈلے ایٹمپ (Prof. Sir Dudley) نے اپنے صدارتی خطبے میں کیا اور جو ۱۹۵۸ء میں امریکہ کے مؤقر جریدہ جیوگرافکل ریویو (Geographical Review) میں شائع ہوا تو عالمی سطح پر اس کی بڑی پذیرائی ہوئی۔ اس مقالہ میں زمین کو کاشت کے لائق بنانے کے لئے جو منصوبہ پیش کیا گیا اسے پوری دنیا میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ غذائی پیداوار میں اضافہ کے لئے انہوں نے ہی اس مقالہ میں ایک تجویز پیش کی تھی جس پر زمینی اصلاح پر ایک عالمی کمیشن وجود میں آیا تا کہ زمین کو کاشت کے لائق بنا کر دنیا بھر سے غربت کا خاتمہ کیا جا سکے۔

پروفیسر محمد شفیع نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تدریس کا کام ۱۹۴۸ء سے شروع کیا اور یہاں کے شعبۂ جغرافیہ میں ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۹ء سینیر لکچرار، ۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۲ء ریڈر، ۱۹۶۲ء تا ۱۹۸۴ء پروفیسر اور صدر شعبہ کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور ۱۹۸۴ء سے اب تک پروفیسر ایمیریٹس (Prof. E-Meritus) کے پروقار عہدہ پر سرگرم عمل ہیں۔ اگرچہ اس وقت شفیع صاحب کی عمر اسی سے تجاوز کر رہی ہے پھر بھی وہ پہلے کی طرح پابندئ وقت اور مداومت عمل کے ساتھ شعبہ جغرافیہ جاتے ہیں اور کام کرتے ہیں۔ یہ بڑی بات ہے علم سے استغراق کا ان کی ذات میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے جو ان کے اسٹوڈنٹس اور مداحوں کے لئے عبرت پکڑنے اور سبق لینے کی چیز ہے۔ علامہ اقبال کا درج ذیل شعر جو شفیع صاحب کے ڈرائنگ روم کی زینت ہے اور جو موصوف کا موٹو (Motto) ہے، ان کی دھن کی ترجمانی کرتا ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

تقریباً نصف صدی تک تدریسی خدمات کی انجام دہی کے ساتھ پروفیسر شفیع نے علاقائی زراعتی ماحولیاتی اور اقتصادی جغرافیہ کے موضوع پر گیارہ کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان کے ایک سو چالیس تحقیقی مقالے شائع ہوئے اور پونتیس محققین نے ان کی نگرانی میں اپنے تحقیقی مقالے (Thesis) پورے کئے جنھیں پی۔ایچ۔ڈی۔ کی ڈگری تفویض کی گئی۔

پروفیسر شفیع کو انٹرنیشنل جیوگرافکل کانگریس کی میٹنگوں اور دیگر کانفرنسوں جو لندن (1964) U.S.A. اور میکسکو (1966)، لیج (Liege) بلجیم (1967)، پراگ (Prague) (1967)، بڈاپسٹ (Budapest) (1971)، مانٹریل (1972)، ماسکو (1976)، ریاض (1978)، ٹوکیو (1980)، دمشق (1981)، ریو ڈی جنیرو (1982)، کویت (1983)، پیرس (1984)، بارسی لونا (1986)، آک لینڈ (1987)، سڈنی (1988)، استھول (1989)، بیجنگ (1990)، واشنگٹن ڈی۔سی۔ (1992)، ہیگ (1996) اور سپول (2000) میں منعقد ہوئیں، کی صدارت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ زراعتی پیداوار اور غذائی وسائل (Agriculture Productivity and Food Resources) کے موضوع پر ۱۹۸۰ء میں ٹوکیو میں منعقدہ سیمنار کی میٹنگوں کے صدر رہے اور انڈیا کی شہرت کو چار چاند لگایا۔ اور اس نام سے موسوم انٹرنیشنل کمیشن کے چیئرپرسن رہ کر ملک کا نام روشن کیا۔

عالمی اعزازات:

پروفیسر شفیع صاحب کو انٹرنیشنل جیوگرافکل یونین (I.G.U.) ۸۸-۱۹۸۴ء اور ۹۲-۱۹۸۸ء دو بار وائس پریسیڈنٹ منتخب کیا گیا۔ ۱۹۸۷ء میں رائل جیوگرافکل سوسائٹی لندن نے آپ کو رکن اعزازی بنایا۔ ۸۴-۱۹۸۰ء کے لئے "عالمی غذائی نظام میں موازناتی تحقیق" (Comparative Research in Food Systems)

of the World) کے لئے تشکیل کئے گئے انٹر نیشنل کمیشن کا آپ کو چیئر مین منتخب کیا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں اقوام متحدہ کے اقتصادی اور سماجی کمیشن برائے ایشیا اور مشرق بعید میں خوراک کی منصوبہ بندی کے پروفیسر شفیع مشیر رہے عالمی کلچرل کونسل (جس کا صدر دفتر میکسکو میں ہے) نے پروفیسر شفیع کی خدمات کے اعتراف میں انھیں ڈپلوما آف میرٹ عطا کیا۔ امریکن جیوگرافکل سوسائٹی نے انھیں فیلوشپ دیا۔ افریقہ اور یورپ کی متعدد تنظیموں نے شفیع صاحب کو مختلف مواقع پر اعزاز دیکر ان کی عزت افزائی کی ہے۔ اور اس طرح بین الاقوامی سطح پر انھوں نے بھارت کا نام روشن کیا ہے۔

۱۹۸۲ء میں وسطی و مشرقی افریقہ کی مشہور و مایہ ناز یونیورسٹی مکریرے نے جو اس سے قبل امریکی اور برطانوی عالموں کو اپنے کنوکیشن ایڈریس کے لئے مدعو کرتے تھے، پہلی بار ہندوستان سے پروفیسر شفیع صاحب کو مدعو کیا۔ یہ کنوکیشن یوگانڈا کی دارالسلطنت کمپالا میں ہوتا ہے اور بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ یوگانڈا کے صدر بھی اس میں تشریف لاتے ہیں۔ خطبہ کے اختتام پر وہ اپنی جگہ سے اُٹھکر شفیع صاحب کے پاس آئے اور ان کے خطبہ کی بہت تعریف کی۔ اس بات نے ہندوستان کا سر اونچا کیا۔ ایک اور بڑا اعزاز شفیع صاحب کو ۱۹۹۹ میں ملا جب انھوں نے UNESCO کی دعوت پر ایک بین الاقوامی مقابلہ میں ایک بہت طویل مضمون بہ عنوان ''غربت دور کرنے کے بہترین طریقے اور سماجی تبدیلی'' بھیجا۔ UNESCO نے اس مضمون پر شفیع صاحب کو فرسٹ پرائز دیا۔ اور اس انعام کو لینے کے لئے UNESCO نے پروفیسر شفیع کو اردن (Jordan) میں جہاں UNESCO کا قریب ترین دفتر ہے، اعزاز سے نوازنے کا اہتمام کیا جس سے ہندوستان کا وقار بڑھا۔

قومی سطح پر پروفیسر شفیع کو ان کی خدمات کے اعتراف میں، پدم شری، بھوگول رتن، سرسوتی سمان، پوروانچل رتن، اور کلوما ایوارڈ دیکر ملک نے اپنی علم دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ شفیع صاحب (I.G.U.) کی قومی کمیٹی کے صدر ہیں اور انھوں نے ٹوکیو، پیرس، واشنگٹن، ڈی، سی میں منعقدہ ۲۴ویں، ۲۵ویں اور ۲۷ویں انٹرنیشنل جیوگرافکل کانگریس میں ہندوستانی وفد کی قیادت کی ہے۔

پروفیسر شفیع کو آئی۔ جی۔ یو۔ کی جانب سے ۲۰ راگست ۲۰۰۴ء کو گلاسکو میں ''لارٹ ڈی آنرس'' (Laureat-d-Honneu) کے اعزاز سے نوازا گیا۔ آئی۔ جی۔ یو۔ کا یہ سب سے بڑا اعزاز ہے اور شفیع صاحب ایشیا میں (جاپان کے استثنیٰ کے ساتھ) پہلے ہندوستانی جغرافیہ داں ہیں جنھیں یہ ایوارڈ ملا۔ گلاسکو میں منعقدہ اس عالمی کانگریس میں دنیا کے تراسی ممالک کے دو ہزار سے زائد مندوبین نے شرکت کی۔ کانفرنس کے آخری دن شام کو منعقدہ افتتاحی جلسہ میں جب پکارا گیا ''Emeritus Prof. Dr Mohammad Shafi From India'' اور شفیع صاحب ایوارڈ لینے ڈائس پر آئے، وہ لمحات نہ صرف ہندوستان بلکہ براعظم ایشیا کے لئے تاریخ کا حصہ بن گئے۔ پروفیسر شفیع صاحب اسے اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم اور دوستوں کی دعاؤں کا اثر مانتے ہیں۔ یہ ایوارڈ انہیں زمین کو کاشت کے لائق بنانے میں ان کی خدمات کے اعتراف میں دیا گیا ہے۔ اس ایوارڈ کے تحت توصیفی سند کے ساتھ شفیع صاحب کو ایک آبگینہ بلب جس کے اندر I.G.U. اور شفیع صاحب کا نام درج ہے، عطا کیا گیا ہے۔

ان تمام کارہائے نمایاں کے ساتھ پروفیسر شفیع صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پرووسٹ، ڈائرکٹر اکیڈمک پروگرام، پرووائس چانسلر، وائس چانسلر اور پرو چانسلر بھی رہ چکے ہیں۔

پروفیسر شفیع صاحب الٰہ آباد اور علی گڑھ یونیورسٹی کے پروڈکٹ ہیں اور اس زمانے کے ہیں جن دنوں الٰہ آباد یونیورسٹی کے علمی تفوق اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تعلیمی اور تربیتی ماحول کا نہ صرف ہندوستان میں بلکہ پوری دنیا میں طوطی بولتا تھا۔ شفیع صاحب نے اپنے مادر علمی کا نام روشن کیا ہے۔ ان کی شخصیت کو ڈھالنے میں جو عوامل کارفرما نظر آتے ہیں وہ ہیں ان کے مزاج میں تواضع و انکساری ان کی سادگی، پابندئ وقت اور مداومت۔ عمل ہندوستان کے ایک دانشور نے ایک دفعہ یورپ میں اپنے خطاب کے دوران کہا تھا ''جو کام یورپ میں ایک اکیڈمی کرتی ہے اتنا کام ہندوستان میں ایک آدمی کرتا ہے۔'' یہ قول شفیع صاحب پر صادق آتا ہے۔ شفیع صاحب نے اس کی تازہ ترین مثال پیش کر دی اور عملاً اسے کر دکھایا۔ انھوں نے اپنی تمام زندگی تدریسی اور تحقیقی کاوشوں میں صرف کی ہے۔ وہ اس ابر رحمت کی مانند ہیں جو سارے جہاں پر برسا ہے۔

خود اپنے چمن پر برسا ہے
غیروں کے چمن پر برسا ہے
یہ ابر ہمیشہ برسا ہے
یہ ابر ہمیشہ برسے گا

دعائے مغفرت

حضرت مولانا معین اللہ صاحب مرحوم (سابق نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے ایک عزیز قاضی اطہر صاحب کا ۲۴ راپریل ۲۰۰۵ء کو اندور میں انتقال ہوگیا۔ مرحوم ندوہ کے طالب علم رہے، تبلیغی جماعت سے جڑے رہے حضرت مفکر اسلامؒ سے والہانہ عشق و محبت کا ارادت مندانہ تعلق رکھا۔ ماشاء اللہ ایک اچھے کاروبار سے وابستہ رہے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے اذن مراجعت آگیا اور ایک موذی مرض میں مبتلا ہو کر انہوں نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین کرام سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے

پروفیسر محمد شفیع صاحب

(جناب محمد حسن انصاری کی درخواست پر پروفیسر محمد شفیع صاحب نے ازراہ کرم اپنی طالب علمی کے زمانہ کے صرف دو واقعات کا ذکر فرمایا جو ان کے ذہن پر بطور خاص نقش ہیں اور جن میں ہر طالب علم کے لئے بڑے کام کی بات آگئی ہے۔ پروفیسر محمد شفیع صاحب کے ہی الفاظ میں انہیں جناب حسن انصاری صاحب کے شکریہ کے ساتھ یہاں نقل کیا جاتا ہے)

صرف دو واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو میرے ذہن پر نقش ہیں۔ پہلا واقعہ اس وقت رونما ہوا جب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایم۔ اے کا امتحان دے کر میں اپنے وطن (جونپور) پہنچا۔ اس زمانہ میں یونیورسٹی ستمبر میں کھلتی تھی۔ ملک کی تقسیم ہو چکی تھی۔ ٹرین میں قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ سفر کا تخیل بھی علی گڑھ جانے کے لئے محال تھا۔ مجھے لوگوں نے جو مشورہ دیا شاید ہر ذی شعور آدمی کو یہی مشورہ دیا جائے گا۔ جونپور میں اس وقت ایک انٹر کالج تھا (محمد حسن انٹر کالج)۔ لوگوں نے کہا کہ اس کالج میں جغرافیہ کے ایک لکچرار کی جگہ خالی ہے۔ تم فرسٹ کلاس ایم۔ اے ہو تمہاری تقرری فوراً ہو جائے گی میں بڑے تذبذب کے عالم میں تھا۔ لومڑی کو انگور کا گچھا نظر آرہا تھا۔ ایک ذہن کہتا تھا کہ join کرلو، دوسرا ذہن کہتا تھا کہ علی گڑھ کیسے چھوڑ دوں۔ غیب سے آواز آئی اور ہوا یہ کہ میرے ایک دوست نے ایک خط لکھا۔ خط کا مضمون یہ تھا، آپ نے بہت اچھا کیا آپ نہیں آئے۔ اس کو مضبوط کرنے کے لئے میں آپ کے پاس چوڑیوں کا ایک ڈبہ بھیج رہا ہوں۔ اس کی مدد سے آپ کو گھر میں بیٹھنے میں مزید آسانی ہوگی۔ مجھے غیرت آئی۔ میں نے کہا اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے۔ یہ خط بھی اسی نے بھجوایا ہے اب میں جاؤں گا اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے خواہ تنخواہ کچھ ہو۔ چنانچہ بذریعہ ٹرین میں علی گڑھ آگیا اور آتے ہی مجھے شعبہ کی طرف سے ویمنس کالج سروے اسسٹنٹ کی ملازمت (۱۹۴۷ء) میں پیش کی گئی۔

دوسرا واقعہ پڑھ کر انسان اس بات کا قائل ہو جائے گا کہ پروردگار جو کرتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے اگرچہ بادی النظر میں وہ ہمارے مفاد کے خلاف ہو۔

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب میرے دوستوں نے مجھے مشورہ دیا کہ تم لندن جا کر پی ایچ ڈی کرو۔ میرے مالی حالات قطعاً اس کے متحمل نہیں تھے کہ میں لندن جا سکوں۔ اور وہاں کے اخراجات برداشت کر سکوں۔

میرے ایک دوست پروفیسر خورشید الاسلام صاحب علی گڑھ میں شعبۂ اردو میں اس وقت لکچرار تھے اور کچھ عرصہ کے لئے ان کی تقرری اورینٹل اسکول آف افریقا اسٹڈیز لندن میں ہوگئی تھی۔ وہ علی گڑھ آئے تھے۔ میں نے ان سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ ممکن ہے اور تم کم سے کم اخراجات میں لندن میں رہ سکتے ہو۔ آج کل تو بہت زیادہ سہولتیں ہیں پوری تنخواہ پر تین سال کی چھٹی مل جاتی ہے اور بہت سے مالی امداد کے ذرائع ہیں۔ لیکن ۱۹۵۴ء میں جب میں نے ارادہ کیا تو نصف تنخواہ پر دو سال کی چھٹی ملتی تھی۔ بہر حال میں نے درخواست داخلہ کے لئے لندن روانہ کر دی۔ میں نے درخواست Kings College London کو بھیجی تھی انہوں نے میری درخواست لندن اسکول کو بھیج دی اس بناء پر کہ جس مضمون کے لئے میں نے درخواست بھیجی ہے اس کے ماہر لندن اسکول میں ہیں۔ میرے پاس خط آیا کہ آپ کی درخواست داخلہ کی منظوری کر لی گئی ہے لیکن آپ کا شروع کا داخلہ ایم۔ اے میں ہوگا۔ اگر آپ کا کام تشفی بخش ہوگا تو اسی تاریخ سے منتقل کر دیا جائے گا۔ اس خط کو پڑھ کر میں بہت ناراض ہوا۔ میں نے کہا اب میں لندن جانے کا خیال چھوڑ دیتا ہوں۔ میرے دوستوں نے مجھے سمجھایا کہ یہ بہت ہی ایماندار لوگ ہیں اور تمہارا کام اچھا ہوگا تو خود بخود تم کو پی ایچ ڈی میں منتقل کر دیں گے۔

اسوقت ہوائی جہاز کا چلن نہ تھا۔ پانی کے جہاز کا کرایہ کم تھا۔ الٰہ آباد ون کی مسافت طے کر کے لندن پہونچا۔ Paying Guest کی حیثیت سے ایک لینڈ لیڈی کے یہاں رہنے لگا۔ طبیعت فکر مند تھی کہ یہاں سے منتقلی کب ہوگی۔ خورشید الاسلام صاحب کے ایک انگریز پروفیسر (اردو کے) جو اکثر ہندوستان آتے تھے ان سے میری ملاقات تھی۔ طبیعت خوش تھی کہ اگر ایک انگریز پروفیسر دوسرے پروفیسر سے سفارش کرے گا تو منتقلی ضرور ہو جائے گی میں نے ریلف رسل صاحب سے ذکر کیا۔ کہنے لگے شفیع صاحب! اگر میں نے سفارش کی تو وہ لوگ سمجھیں گے کہ معاملہ کمزور ہے اور وہ آپ کے خلاف جائے گا۔ یہ لوگ اس معاملہ میں بہت ایماندار ہیں۔ اگر آپ کا کام اچھا ہے تو فکر کی کوئی بات نہیں۔

نو مہینے گذر گئے اور کوئی منتقلی نہیں ہوئی۔ اس وقت لندن اسکول میں تقریباً پندرہ طلباء مختلف ممالک کے ریسرچ کر رہے تھے۔ ایک روز خبر سنی کہ ۱۳ طلباء سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے ملک میں جا کر فیلڈ ورک کر

کے چھ مہینہ کے اندر واپس آجائیں۔ خبر سننا تھا کہ پیر تلے کی زمین نکل گئی۔

اگر چہ اس فہرست میں میرا نام نہیں تھا اور ایک صاحب پنجاب کے مسٹر بھارد واج تھے۔ ہم دونوں فیلڈ ورک کر کے گئے تھے پھر بھی شبہ اپنی جگہ قائم تھا۔

میرے دو نگراں (Supervisors) تھے ایک لکچرر Mr. Rawson اور دوسرے عالمی شہرت یافتہ پروفیسر سر ڈے لے اسٹپ۔ راسن صاحب سے دو ہفتہ میں ایک بار تقریباً ایک گھنٹہ کی ملاقات ہوتی تھی جب وہ کام دیکھتے تھے۔ انگریزی اپنے خیال میں درست کرتے تھے۔ دس مہینہ گذر گئے۔ لینڈ لیڈی کے یہاں دوسری منزل میں رہتا تھا۔ ڈاک نیچے میز پر رکھی ملتی تھی۔ روزانہ نیچے آکر پہلا کام یہ تھا کہ شاید کوئی خط لندن اسکول سے منتقلی کا آیا ہوا ہو مگر مایوسی ہوتی تھی۔

ایک روز راسن صاحب کہنے لگے کہ مسٹر شفیع! میں تمہارے نام کی پی ایچ ڈی کی منتقلی کے لئے سفارش نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ میں تو خود ہندوستان کا ایم۔اے ہوں اور ایم اے کی ڈگری لیکر کیا کروں گا۔ انھوں نے کہا جو کچھ بھی ہو میں سفارش نہیں کر سکتا۔ ہاں! تمہارا جی چاہے تو پروفیسر اسٹپ سے مل لو۔ جب میں اس کے کمرے سے نکلا اور ان کی قیام گاہ کی طرف بڑھا تو قدم ایک ایک من کے ہو رہے تھے اور شاید دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ اس شخص کو یرقان ہو گیا ہے۔ مجھے یہ بھی خیال ہوا کہ ہندوستان میں اگر ایک پروفیسر کسی ریسرچ اسکالر کو منع کر دے کہ وہ اس کو ریسرچ نہیں کرا سکتا تو دوسرا پروفیسر اس کے لینے سے قاصر ہوتا ہے۔ اگر چہ میں نے اپنی تدریسی زندگی میں اس روایت کو توڑ دیا تھا ایک صاحب نے ایک اسکالر کو ایک سال کام کرنے کے بعد یہ کہا کہ وہ اس کو ریسرچ نہیں کرا سکتے۔ وہ ریسرچ اسکالر روتے ہوئے میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں تم کو لے لوں گا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید اسٹپ صاحب سے ملنے میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ کافی پریشانی اور مایوسی کے عالم میں اسٹپ صاحب سے ملنے کے لئے پوسٹ گریجویٹ آفس سے کہا۔ وقت مقرر ہو گیا۔ میں اپنا سارا کام اور جو فیلڈ ورک کیا تھا سب لے کے گیا۔ اسٹپ صاحب ہمارے کام کو تقریباً ایک گھنٹہ تک دیکھتے رہے اور کرسی سے کھڑے ہو گئے۔ اور پوچھا کہ کیا یہ سب کام تم نے خود کیا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ مجھ سے کہا کہ تمہاری منتقلی تو پی ایچ ڈی میں ہو چکی ہوگی۔ میں نے کہا نہیں۔ راسن صاحب نے منع کر دیا ہے۔ اس پر اسٹپ صاحب نے ٹیلیفون پر تقریباً دس منٹ تک راسن صاحب سے بات کی اور مجھ سے کہا کہ آج کی تاریخ سے صرف میں تمہارا سپر وائزر رہوں گا اور آج ہی پوسٹ گریجویٹ آفس کو لکھ رہا ہوں کہ جس تاریخ سے تمہارا داخلہ ہوا ہے اسی تاریخ سے پی ایچ ڈی میں داخلہ سمجھا جائے گا۔ اس موقع پر مجھے احساس ہوا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔

لیکن ابھی اصل قصہ کی روح باقی ہے۔ میرا کام تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ لندن یونیورسٹی کے قوانین کے مطابق ایک طالب علم اپنی تھیسس دو سال سے پہلے داخل نہیں کر سکتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اپنا مقالہ دو سال کے بعد داخل کر دیا۔

بہر حال اب اس واقعہ کا ذکر کر رہا ہوں جس نے میرے اندر کپکپی پیدا کر دی۔ میں کارٹوگرافک لیب میں کام کر رہا تھا اور کچھ نقشے بنا رہا تھا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی کارٹوگرافک لیب کی انچارج لڑکی نے مجھ سے کہا کہ پروفیسر اسٹپ لائن پر ہیں اور آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ وہ شخص جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اسے لندن میں پکڑ لینا مشکل ہے۔ جس کے لئے بلاوا دنیا کے مختلف کونوں سے آتا رہتا ہے۔ اور اس کو اتنی فرصت ہے کہ مجھ سے ٹیلیفون پر بات کرے۔ معلوم ہوتا ہے کچھ دال میں کالا ہے۔ یقین مانئے کہ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ٹیلیفون اٹھایا اور اللہ کو یاد کیا۔ انھوں نے کہا مسٹر شفیع! میں نے تم کو اس لئے ٹیلیفون کیا ہے کہ میں اپنا صدارتی خطبہ بین الاقوامی جغرافیائی کانگریس کے لئے لکھ رہا ہوں اور تمہاری تھیسس (Thesis) سے کچھ مواد لینا چاہتا ہوں۔ کیا تمہاری اجازت ہے؟ یہ ایمانداری و دیانت داری کا عالم تھا ایک عالمی شہرت یافتہ جغرافیہ داں پروفیسر اسٹپ کا! میں نے کہا کہ یہ تو میری عزت افزائی ہے۔

راسن صاحب کا منع کرنا جو میرے لئے اس وقت بہت مایوس کن تھا اللہ تعالیٰ نے اس میں میرے لئے خیر رکھا تھا، جو بات میرے نزدیک بظاہر مایوس کن اور مضر تھی درحقیقت وہی بات بہت سود مند ثابت ہوئی۔

جب میں اپنی تعلیمی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے بہت حیرت ہوتی ہے کیونکہ مزاج کے اعتبار سے میں Reserve واقع ہوا ہوں۔ ہائی اسکول کے بعد والد صاحب کا خیال تھا کہ اب کاروبار میں لگ جاؤں۔ لیکن چونکہ ڈویژن اچھا تھا اس لئے میں نے کہا کہ مقامی کالج میں داخلہ لے لوں تو کیا حرج ہے؟ داخلہ ہو گیا کلاس کے ایک کونے میں بیٹھتا تھا۔ کسی سے ملاقات نہیں۔ انگریزی وہاں کے پرنسپل صاحب پڑھایا کرتے تھے۔ بہت سخت آدمی تھے اور ہر شخص ان سے بات کرنے میں گھبراتا تھا۔ ششماہی امتحان ہوا اس کے بعد چھٹیاں ہو گئیں۔ چھٹیوں کے بعد جب کالج کھلا تو وائس پرنسپل اپنے گھنٹہ میں تمام کاپیاں انگریزی کی لے آئے۔ بیچ سے ایک کاپی نکالی اور کہا یہ کون صاحب ہیں ذرا کھڑے ہو جائیں۔ میں سہم گیا کہ کچھ ایسی فاش غلطیاں ہوں گی جس کی بنا پر نزلہ مجھ

پر ہی پہلے گرا ہے۔ دس منٹ تک اس کاپی کی وہ تعریف کرتے رہے اور پورے کلاس سے یہ کہا کہ انگریزی کے جوابات نہایت عمدہ طریقہ سے لکھنا چاہتے ہو تو اس کاپی کو دیکھو۔ وہ کاپی تو مجھے نہیں ملی البتہ پورا کلاس میرا معتقد ہو گیا۔

انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد اب بی۔اے کا نمبر آیا۔ پھر وہی سوال آیا کہ انٹر (Inter) کر چکے اب تجارت دیکھو۔ میں نے کہا الہ آباد قریب ہے۔ کم سے کم خرچ میں گذر ہو جائے گا۔ الہ آباد میں کچھ مالی مراعات بھی ملیں۔

الہ آباد یونیورسٹی اس زمانہ میں بہت مشہور و معروف یونیورسٹی مانی جاتی تھی۔ اور اس کا سکہ پورے ملک میں چلتا تھا۔ خاص طور پر انگریزی کا شعبہ بہت مشہور تھا اور پروفیسر دیب اور پروفیسر دستور صاحب مشہور تھے اور ہر طالب علم ان کے ہی کلاس میں جانا چاہتا تھا۔ اور کوشش کرتا تھا کہ کسی صورت سے ان کے ہی سکشن میں داخلہ ہو جائے۔ میری بھی یہی خواہش تھی۔ جب لسٹ نکلی تو میرا نام ہربنس رائے بچن کے سکشن میں تھا۔ بچن صاحب کیمبرج سے اسی سال پی ایچ ڈی کر کے واپس ہوئے تھے اور ہندی کے مشہور شاعر تھے لڑکوں نے مجھ سے کہا زندگی چوپٹ اب دو سال تک گیت سنو۔

لیکن بچن صاحب نہایت محنتی استاد تھے۔ بہت پڑھ کر گھر سے آیا کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ ایک مثالی استاد تھے اور کلاس میں ایک دن بھی اپنی شاعری نہیں سنائی۔ وہ انگریزی تنقید کے بادشاہ تھے فلسفہ کے ماہر تھے اور میں نے بہت کچھ ان سے سیکھا۔ آدمی سخت تھے اور شروع کے چھ ہفتہ ایک دن بھی میری ان سے بات نہیں ہوئی۔ ششماہی امتحان ہوا۔ دیکر گھر آ گیا۔ یونیورسٹی آنے میں دیر ہوئی۔ یونیورسٹی گیٹ پر کچھ طلباء ملے جو مجھے بہت گھور کر دیکھ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ بچن صاحب ساری کاپیاں لائے تھے اور لڑکوں میں تقسیم کر دیں۔ دوسرے دن وہ میری کاپی لائے۔ کہا یہ صاحب کھڑے ہو جائیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بخشنے والے آدمی نہیں ہیں۔ دیکھئے کیا درگت بنتی ہے اب ایک ایک سوال اور اس کا جواب پڑھتے گئے اور لڑکوں سے کہا اسے ماڈل جواب تصور کرو۔ اور اس کاپی کو غور سے پڑھو۔ کاپی لڑکوں میں گھومی اور مجھے نہیں ملی۔ اتنا ضرور ہوا کہ بچن صاحب مجھ پر بہت شفقت فرمانے لگے۔

الہ آباد میں اس زمانہ میں جغرافیہ میں ایم۔اے نہیں تھا۔ ڈاکٹر دوبے شعبہ کے صدر تھے۔ مجھ پر شفقت فرماتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں جغرافیہ سے ایم۔اے کرنا چاہتا ہوں۔ اگر الہ آباد میں جغرافیہ ہوتا تو میری زندگی دوسری ہوتا۔ ڈاکٹر دوبے نے کہا کہ تم علی گڑھ چلے جاؤ۔

اب علی گڑھ جانا اور ہاسٹل میں رہنا، وہی اخراجات کا مسئلہ!! مشرقی یوپی میں علی گڑھ کے متعلق طرح طرح کی خبریں مشہور تھیں۔ بہر حال علی گڑھ آ گیا۔ داخلہ ہو گیا۔ اس شعبہ میں جغرافیہ کے ایک پروفیسر تھے۔ این سی سی سے بھی ان کا تعلق تھا۔ بہت سخت آدمی تھے۔ ان سے بات کرنا مشکل تھا۔ وہ مجھ کو بالکل نہیں جانتے تھے۔ لیکن اکثر لڑکے ان کو جانتے تھے اور ان سے بات بھی کرتے تھے۔ میں ان لڑکوں پر رشک کرتا تھا۔

چھ مہینہ گذرنے کے بعد انہوں نے ایک عنوان دیا اور کہا اس پر اپنے اپنے گھروں سے ایک مضمون لکھ کر لاؤ۔ اور اس پر نمبر دیا جائے گا۔ خیر صاحب! میں نے دل میں کہا اب گت بنے گی۔ اب تعریف شروع ہوئی۔ عام طور پر وہ کسی کی تعریف نہیں کرتے تھے۔ کاپی پر اتنا دیکھا very good لکھا تھا۔

قصہ مختصر میرا عقیدہ ہے کہ اگر آدمی توجہ سے محنت کرے اور اللہ پر بھروسہ رکھے تو کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

نسخۂ اتحاد و اتفاق

ڈاکٹر حافظ ہارون رشید صدیقی

باہمی اتحاد و اتفاق کی افادیت اور اختلاف و افتراق کی مضرت بدیہی ہے، آج صاحب ایمان اس کی فکر میں ہے اور چاہے بھی یہی کہ ہر امتی اس فکر کو اوڑھ لے۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ (۲:۱۶۵) (جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی محبت میں اشد ہیں) نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو حکم دیا کہ: (قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ) (۳:۳۱) کہہ دیجئے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم کو محبوب بنا لیں گے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا ایمان کامل نہیں، جس کو میں ساری مخلوق بلکہ اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز نہیں (بخاری، مسلم، مصنف عبدالرزاق) اور فرمایا: جو میرے طریقہ سے روگردانی کرے وہ میرا امتی نہیں ہے۔ (ابن ماجہ) پس باہمی اتحاد و اتفاق کے لئے ان تینوں باتوں پر جم جانا چاہئے اور ہر امتی کو ان کی تبلیغ کرنا چاہئے پہلی بات اللہ سے محبت اور سب سے زیادہ محبت، دوسری بات اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ساری مخلوق سے زیادہ یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی زیادہ، تیسری بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اپنانا، چاہے بات عقائد و عبادات کی ہو یا معیشت و معاشرت و معاملات کی ہو، کوئی ایمان والا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور طریقہ کو نہ اپنائے ہر خطیب کو جمعہ کے خطبہ میں، ہر واعظ کو اپنے وعظ میں، ہر مقرر کو اپنی تقریر میں، ہر کاتب کو اپنی تحریر میں اور ہر دین دار مسلمان کو اپنی گفتگو میں، لوگوں سے مختلف اسالیب میں حسن تدبیر اور حکمت کے ساتھ ان تینوں باتوں کا مطالبہ ضرور کرنا چاہئے، اپنے بھائیوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ آزما کر دیکھئے۔ ☆☆☆

کیا مشرق وسطی "قیام امن" کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے؟

سلمان نسیم ندوی

گذشتہ چند دہائیوں سے مشرق وسطی میں قیام امن کا مسئلہ "پیغمبران امن ودعویداران صلح وآشتی" کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کرتا جارہا ہے۔ "سفید وسیاہ" کے مالکوں نے بحالی امن کی کوششیں ماضی میں بھی کی ہیں اور آج بھی کررہے ہیں لیکن ان کی ہر تدبیر الٹی، ہر منصوبہ کھوٹا اور ہر تریاق زہری ثابت ہورہا ہے، ڈور کو سلجھانے کی جتنی کوششیں کی جارہی ہیں وہ ریشم کی گانٹھ کی طرح انتہائی پیچیدہ ہوتا چلا جارہا ہے، عراق اور افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ "قیام امن" کے نام پر ہزاروں معصوم جانوں کا شکار کھیلے جانے کے بعد بھی وہاں صورت حال پہلے سے کہیں زیادہ غیر یقینی، غیر مستحکم اور غیر اطمینان بخش ہے۔

فلسطین کی مقدس سرزمین مشرق وسطی کا ایک اہم حصہ ہے، مشرق وسطی میں "قیام امن" کی کوئی کوشش اس وقت تک کامیاب تسلیم نہیں کی جاسکتی جب تک اس سرزمین پر بھی امن وچین کا پھریرا نہ لہرانے لگے، یہ سرزمین ایک عرصہ سے بدامنی کا شکار ہے، یوں تو یہ خطہ تاریخ کے مختلف ادوار میں طالع آزماؤں کی جولان گاہ رہا ہے لیکن موجودہ صورتحال کا سن آغاز ۱۹۳۸ء مانا جاتا ہے جب اسرائیل کا غیر منصفانہ قیام عمل میں آیا، امن وآشتی کے ٹھیکیدار ابھی تک سیکڑوں کانفرنس، معاہدہ اور جلسے جلوس کی سوغات فلسطینی عوام کے کشکول میں ڈال چکے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابھی تک "قیام امن" کی طرف پہلا قدم بھی اُٹھایا نہیں جاسکا ہے اور نہ ہی مستقبل قریب میں اس کے امکانات نظر آرہے ہیں، اسباب وعوامل کا جائزہ پیش کیا جائے گا لیکن یہاں پر یہ ذکر کردینا مناسب ہے کہ پچھلے کچھ عرصے سے فلسطین کی بساط سیاست پر چند اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں جن میں ایک طرف "حماس" کے بانی ورہنما شیخ یسین اور ان کے جانشین عبدالعزیز رنتیسی کی شہادت کے ساتھ ساتھ فلسطینی اتھارٹی کے صدر یاسر عرفات کی وفات ہے تو دوسری طرف فلسطینی سیاست کے افق پر محمود عباس (ابومازن) مستقبل کے قدآور رہنما کی شکل میں ابھر رہے ہیں، کانفرنسیں ہورہی ہیں، نئے نئے معاہدات طے پارہے ہیں، رجائیت وآس کے جذبات کو فروغ مل رہا ہے، نوآموز سے لے کر بہت سے کہنہ مشق ارباب قلم بھی رقم کررہے ہیں کہ "مشرق وسطی قیام امن کی طرف پیش قدمی کررہا ہے"۔ یہ دعوی یا پیش گوئی کہاں تک درست ہے اس کا تجزیہ ضروری ہے۔

کسی بھی موضوع سے متعلق کوئی "دعوی" سپرد قلم کرنے سے پہلے علمی دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ "دعوی" کی بنیادوں پر غور کرلیا جائے، اس کی گہرائی وگیرائی کی پیمائش کرلی جائے، حالات کے تبسم پاش لبوں سے اثر پذیری کے بجائے اس کی پیشانی کی سلوٹوں میں پوشیدہ راز حاصل کیا جائے، الفاظ کے پیچ وخم میں نہ الجھ کر اس کے پس منظر کو تلاش کیا جائے اس طرح بہت سے نہفتہ حقائق منظر عام پر آجاتے ہیں۔

مشرق وسطی (فلسطین) میں امن بحالی کی حقیقی بنیادیں تین ہی ہوسکتی ہیں:

(۱) معاہدۂ وقرارداد
(۲) حکومت
(۳) عوام

سوال یہ ہے کہ کیا ان میں سے کوئی ایک بنیاد یا تینوں مل کر بھی اسقدر مظبوط ومستحکم ہے کہ اس پر امن وآشتی کی بناء رکھی جائے اور وہ اس کو سہار سکے۔

سرزمین فلسطین منصوبوں ومعاہدوں کی کھنڈرات:

جہاں تک معاہدات وقراردادوں کا تعلق ہے تو شاید دنیا کی تاریخ میں اس مختصر عرصہ میں قضیۂ فلسطین کی طرح کسی اور مسئلہ میں اتنے منصوبے اور معاہدے طے پائے ہونگے، معاہدوں، کانفرنسوں، امن فارمولوں اور روڈ میپ کا ایک طویل سلسلہ ہے جو رکنے کا نام نہیں لیتا، محمود عباس کے بعد سے اس سلسلہ میں ایک بار پھر تیزی آگئی ہے، ان معاہدوں کا تذکرہ بعد میں آئے گا، لیکن یہاں پر ہم قارئین کی خدمت میں صرف ان اہم معاہدوں کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جو یاسر عرفات مرحوم کی زندگی میں عمل میں آئے تھے۔

پہلا معاہدہ	۱۹۹۳ء
دوسرا معاہدہ	۱۳ر ستمبر ۱۹۹۳ء
تیسرا معاہدہ	۲۸ر ستمبر ۱۹۹۵ء

چوتھا معاہدہ	۱۵ر جولائی ۱۹۹۷ء
پانچواں معاہدہ	۲۳ر اکتوبر ۱۹۹۹ء
چھٹا معاہدہ	۴ر ستمبر ۱۹۹۹ء

پہلا معاہدہ ناروے کے دارالحکومت "اوسلو" میں طے پایا، اس لئے اس کو "اوسلو معاہدہ" کا نام دیا جاتا ہے، اس پر یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیر خارجہ شمعون پیریز نے دستخط کیے، اس معاہدہ میں قابل ذکر بات یہ تھی کہ فلسطین کو "محدود خود مختاری" دی گئی، اسی سمجھوتے کے بعد یاسر عرفات اور شمعون پیریز کو امن کا نوبل انعام دیا گیا۔

دوسرا معاہدہ اسرائیل کے وزیر خارجہ شمعون پیریز اور محمود عباس کی دستخطوں سے عمل میں آیا، اس معاہدہ کی تقریب میں دنیا کی اہم شخصیات، ممالک کے وزرائے خارجہ سفارت کار سمیت تقریباً تین ہزار مہمانوں نے شرکت کی، اس معاہدہ کا اہم مقصد یہ تھا کہ تنظیم آزادی فلسطین اور اسرائیل ایک دوسرے کو تسلیم کرے اور یہ کہ اسرائیل فلسطینیوں کو غزہ کی پٹی اور دریائے اردن کے مقبوضہ مغربی کنارے کے شہر اریحا (جریکو) میں "محدود خود مختاری" دینے کا پابند ہے۔

تیسرے معاہدے پر یاسر عرفات اور آئزک رابن نے دستخط کیا، اس معاہدے میں فلسطینیوں کو اردن کے مغربی کنارے کے بارے میں حق خود ارادیت دینے کی بات کی گئی۔

چوتھا معاہدہ "معاہدہ الخلیل" کے نام سے جانا جاتا ہے جو عملاً نافذ نہ ہوسکا۔

پانچواں معاہدہ امریکا بہادر نے اپنی قیادت میں انجام دیا، اس معاہدہ کی تقریب میں صدر بل کلنٹن، یاسر عرفات اور اسرائیل کے وزیر اعظم نیتن یاہو نے میری لینڈ کیمپ ڈیوڈ (امریکی صدر کی سرکاری رہائش گاہ) میں ملاقات کی، اس معاہدہ میں ۲۷ر مرتبہ لفظ "دہشت گرد" کو فلسطینی انتفاضہ اور فلسطینی مجاہدین سے منسوب کیا گیا۔

چھٹا معاہدہ بھی امریکا ہی کے ایماء پر مصر کے شہر "شرم الشیخ" میں عمل میں آیا، اس معاہدہ پر "ایہوباراک" اور "یاسر عرفات" نے دستخط کیے۔

(تفصیل: جنگ ٹی وے میگزین" ۱۳/۳/۲۰۰۵ء)

ان معاہدوں کے سلسلہ میں پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ ان معاہدوں کا زمانی رقبہ ۱۹۹۳ء سے شروع ہوکر ۱۹۹۹ء پر ختم ہوجاتا ہے۔ ان معاہدوں میں فلسطین انتفاضہ کی طرف سے سب سے اہم رول یاسر عرفات کا رہا ہے۔ یاسر عرفات آخری معاہدہ (۱۹۹۹ء) کے بعد چار سال سے زائد عرصہ تک بقید حیات رہے، لیکن اس دوران کوئی اہم معاہدہ انجام نہیں پاسکا، کیوں؟ حالانکہ پچھلے معاہدوں کی رفتار دیکھ کر اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس مدت میں کم از کم دو چار معاہدے تو ہو ہی جانا چاہیے تھا، لیکن تلاش بسیار کے باوجود ہمیں مایوسی ہی ہاتھ آتی ہے۔

غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ امریکا واسرائیل فلسطینی رہنما یاسر عرفات سے جو بڑا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے اس میں ان کو ناکامی اور نامرادی کا احساس ہوچلا تھا، چنانچہ انہوں نے یاسر عرفات کو "عضو معطل" سمجھ کر نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ ان کو راہ سے ہٹانے کی کوششیں شروع کردی، اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ صدر بش نے اپنے پہلے عہدۂ صدارت میں، جس کا آغاز ۲۰۰۰ء میں ہوا، مشرق وسطی کے لئے ایک نیا امن فارمولا پیش کیا جس میں انہوں نے کہا تھا: "یاسر عرفات کو منصب سے ہٹانا ضروری ہے، تب جاکر فلسطین میں حقیقی جمہوریت قائم ہوگی اور ۲۰۰۵ء تک آزادی کا سورج طلوع ہوگا"۔

ایک عام شخص بھی اگر مرحوم یاسر عرفات کی زندگی میں طے پانے والے آخری معاہدہ کی تاریخ (۱۹۹۹ء)۔ صدر بش کے عہدۂ صدارت کے سن آغاز (۲۰۰۰ء) اور پھر اس کے معابعد صدر بش کا امن فارمولا پیش کرنا اور یہ یقین دہانی کہ (۲۰۰۵ء) تک آزادی کا سورج طلوع ہوگا اس پر غور کرے اور پھر یاسر عرفات کی تاریخ وفات، محمود عباس کی قیادت اور انتخاب کی تاریخوں پر غور کرے گا تو وہ یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے گا کہ فلسطین کی سرزمین پر کس قدر منصوبہ بندی سے کام کیا جارہا ہے۔

ایک سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ آخر کیا بات پیش آگئی کہ وہی یاسر عرفات جن کو "اوسلو" معاہدہ پر امن نوبل انعام سے نوازا گیا، اور اس معاہدہ کو ۱۹۳۸ء کے میونخ سمجھوتہ کے مثل قرار دیا گیا، لیکن اسی شخص کو ایک عرصہ کے بعد مشرق وسطی میں قیام امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کے طور پر پیش کیا گیا، مہینوں نظر بند رکھا گیا اور پھر اس کا پتہ کاٹ دیا گیا، اس موقع پر سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ان معاہدوں کا مقصد قیام امن کبھی نہیں رہا بلکہ اصل محرک اس کے آڑ میں صیہونی مقاصد کا حصول تھا چونکہ یاسر عرفات ان کی توقعات پر کھرے نہ اتر سکے چنانچہ ان کو ہٹا کر کسی اور مہرے کے تلاش شروع ہوگئی۔

ان معاہدات میں دوسری بات جو قابل غور ہے وہ ان کے مضامین ومندرجات ہیں، اس کے دو پہلو ہیں، ایک تو یہ کہ ان معاہدوں کے مشمولات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ ان

میں مسئلہ فلسطین کے بنیادی سوالات واعتراضات کبھی زیر بحث آئے ہی نہیں لیکن پھر بھی ۱۹۹۸ء سے قبل کے معاہدوں میں فلسطین کو "محدود خود عتاری" دیے جانے کی بات کی جاتی رہی لیکن ۱۹۹۸ء میں جو معاہدہ طے پایا اس میں یہ شق نہ صرف بالکل حذف کردی گئی بلکہ ۲۷ رمرتبہ فلسطین اتھارٹی اور مجاہدین کو "دہشت گرد" کے لقب سے ملقب کیا گیا، گویا معاہدوں کی ڈور میں الجھا کر نہ صرف آہستہ آہستہ فلسطین کے اصل قضیہ کو منظر نامہ سے غائب کردیا گیا بلکہ فلسطینی جدوجہد کو "مطالبۂ حقوق" اور "حق دفاع" کے دائرے سے نکال کر "دہشت گردی" اور "انتہاپسندی" کے زمرہ میں داخل کردیا گیا۔ دراصل دشمنوں کا یہی وہ جال ہے جس کو وہ بہت منظم طریقہ سے اپنے شکار کے گرد پھیلاتا ہے، کتاہے اور پھر اس کو اپنے بکس میں بند کرلیتا ہے۔

دوسرا قابل توجہ پہلو یہ ہے کہ ایک طرف سنہرے معاہدات طے پاتے رہے اور دوسری طرف فلسطین کی سرزمین پر یہودی نوآبادکاری، اقصی کی توہین وتذلیل، باشندگان فلسطین پر ظلم وستم اور فلسطینی سرزمین پر ناجائز قبضہ کا سلسلہ بھی جاری رہا، اور آج تک جاری ہے۔

گذشتہ دنوں یکم مارچ ۲۰۰۵ء میں لندن کانفرنس منعقد ہوئی، اور اس سے کچھ پہلے ۸ رفروری ۲۰۰۵ء کو مصر کے شہر "شرم الشیخ" میں محمود عباس اور شیرون کے مابین کامیاب مذاکرات ہوئے، قارئین اگر غور کریں تو محسوس کرسکتے ہیں کہ معاہدوں کا سیلاب جو ۱۹۹۹ء میں اپنی جگہ رک گیا تھا، یاسر عرفات کی وفات اور محمود عباس کے برسر اقتدار آتے ہی اس کا بندھ ٹوٹ گیا اور صرف ایک مہینہ میں دو اہم کانفرنسیں منعقد ہوئیں، یہ وہی رفتار ہے جو یاسر عرفات کے "اوسلو" معاہدے کے بعد ہونے والے معاہدوں کی رفتار تھی اور جس طرح "اوسلو" معاہدہ کو بین الاقوامی ذرائع نے جی کھول کر داد دی تھی اسی طرح آج بھی ذرائع ابلاغ ان معاہدوں کو قیام امن کی طرف ایک "مبارک قدم" قرار دے رہا ہے اور امریکی واسرائیلی اتھارٹی بھی مطمئن وخوش وخرم نظر آرہی ہے، کیا امریکا واسرائیل کو اپنے توقعات برآنے کی امید پھر ہوچلی ہے؟

ایک اور بات جس پر غیر بھی شاداں ہیں تو اپنے بھی فرحاں، وہ یہ ہے کہ "شرم الشیخ" معاہدے میں فلسطینی کشکول کو خوب امداد ملی ہے اسرائیل نے وعدہ کیا ہے کہ وہ "فوجی آپریشن بند کرنے کے علاوہ سینکڑوں فلسطینی قیدیوں کو رہا کردے گا "غزہ پٹی" اور "غلہ" کو اسرائیل خالی کردے گا اور اس طرح حتمی حل کی راہ ہموار ہوگی"۔

(جاری)

آہ ! ابراہیم سلیمان سیٹھ مرحوم

باخبر قارئین کو یہ اطلاع مل چکی ہوگی کہ ابراہیم سلیمان سیٹھ بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ ۱۹۴۷ء کے پرآشوب دور میں مسلم لیگ کا علم بلند کرنا قلندرانہ جرأت مندی کی بات تھی، تقریباً چار دہائیوں تک وہ ایوان پارلیمان میں حق گوئی وبے باکی کے نقیب بنے رہے، انڈین یونین مسلم لیگ کو اپنے خون جگر سے سینچنے والے سیٹھ صاحب مسلم لیگ سے اس بنیاد پر الگ ہوئے کہ اُس جماعت کی حمایت ان کی دینی غیرت وحمیت کے خلاف تھی کہ جس کے دور اقتدار میں بابری مسجد کی شہادت کا سانحہ پیش آیا، چنانچہ انہوں نے اس جماعت کی حمایت سے دست برداری کو بنیاد بنا کر کیرالہ میں مسلم لیگ کو حاصل شدہ اقتدار کو بھی ٹھکرا دینا چاہا، اگرچہ ایسا نہیں ہوسکا بالآخر سیٹھ صاحب خود مسلم لیگ سے دست بردار ہوگئے اور انہوں نے نیشنل لیگ کی بنیاد ڈالی، واقعہ یہ ہے کہ آزاد ہندوستان کی ملت اسلامیہ کی تاریخ ابراہیم سلیمان سیٹھ مرحوم کے تذکرہ کے بغیر ناقص رہے گی۔ ملت کے درد کے درماں کو ڈھونڈ نکالنے کی جب بھی کوئی تدبیر کی گئی چاہے وہ مسلم مجلس مشاورت کی شکل میں رہی ہو یا ملی کونسل کی صورت میں، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل ہو، یا ملی پولیٹیکل فورم مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار اور ٹاڈا کے مظلومین کا معاملہ، ان سب میں سیٹھ صاحب مرحوم کا کلیدی کردار رہا، بابری مسجد کے سانحہ کے موقع پر مرحوم نے اقتدار کے بجائے اقدار (Values) کو سینے سے لگائے رکھنے اور جس احساس عند اللہ مسئولیت کا ثبوت دیا تھا، اس کی نظیر آج کی مصلحت پسندی کی سیاست میں ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے، افسوس کہ ایسی دردمند ومخلص شخصیت بھی ہمارے درمیان سے اٹھ گئی اور اپنے خالق ومالک سے جا ملی، افسوس کہ ایک ایک کرکے پرانے بادہ کش اٹھتے جارہے ہیں، باقی رہنے والا نام بس اللہ کا ہے، اللہ رب العزت سیٹھ صاحب مرحوم کی بھرپور مغفرت فرمائے اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، اس کی قدرت کا ملہ سے کچھ بھی بعید نہیں !!

.....

سیٹھ صاحب مرحوم کی شخصیت جس حیثیت اور مرتبہ کی تھی اور ان کی جلیل القدر خدمات کی جو نوعیت رہی ہے اس کا حق ہے کہ مرحوم پر تعزیتی مضمون حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم ندوۃ العلماء کے قلم سے آئے لیکن حضرت ناظم صاحب مدظلہ العالی کے آنکھ کے آپریشن کی وجہ سے سردست ایسا ممکن نہ ہوسکا، انشاء اللہ آئندہ کسی شمارے میں۔۔۔

ا۔ش۔

ہماری چند مطبوعات

کاروان زندگی (سات حصے)	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 600/-	حسن معاشرت	از: محمد ومیہ خیر النساء بہتر صاحبہ 15/-
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 40/-	کلید باب رحمت (مناجاتیں)	از: محمد ومیہ خیر النساء بہتر صاحبہ 6/-
خواتین اور دین کی خدمت	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 25/-	نور الایمان (بچوں کے لئے)	از: حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ 6/-
اصلاحیات	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 40/-	تعلیم الاسلام (مسائل کی کتاب)	از: حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ 8/-
کاروان ایمان وعزیمت	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 35/-	سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	از: مولانا محمد ثانی حسنیؒ 160/-
سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 75/-	زبان کی نیکیاں	از: مولانا محمد ثانی حسنیؒ 15/-
سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 90/-	حیات خلیل	از: مولانا محمد ثانی حسنیؒ 50/-
دو ہفتے ترکی میں	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 20/-	لبیک اللھم لبیک	از: مولانا محمد ثانی حسنیؒ 30/-
اپنے گھر سے بیت اللہ تک	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 25/-	گلدستہ حمد وسلام	از: مولانا محمد ثانی حسنیؒ 6/-
دعائیں (قرآن وحدیث کی دعاؤں کا مجموعہ)	از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ 10/-	سماج کی تعلیم وتربیت	از: حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی 45/-
زادسفر دو حصے (ریاض الصالحین کا ترجمہ)	از محترمہ لمعۃ اللہ تسنیم صاحبہ 150/-	تعلیم القرآن	از: مولانا محمد اویس نگرامی ندویؒ 16/-
بچوں کی قصص الانبیاء (چار حصے)	از محترمہ لمعۃ اللہ تسنیم صاحبہ 54/-	بشریت انبیاء	از: مولانا عبدالماجد دریابادیؒ 40/-
باب کرم (مناجاتیں)	از محترمہ لمعۃ اللہ تسنیم صاحبہ 12/-	تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ	از: مولانا محمد حسنیؒ 35/-
موج تسنیم (نعتوں کا مجموعہ)	از محترمہ لمعۃ اللہ تسنیم صاحبہ زیر طبع	تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ	از: مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی 45/-
ذائقہ (کھانے پکانے کی کتاب)	از: محمد ومیہ خیر النساء بہتر صاحبہ 15/-	سیرت الصدیقؓ	از: مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی 25/-

ناشر: مکتبہ اسلام ۲/۵۴ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ 226018

یکم مئی — ۱۰/ جولائی ۲۰۰۵ء

اسکول اور کالج کے اساتذہ کے لیے

BIG DISCOUNT 45%

The four pillars of Islam	90/-	40/-	اسلام کا تعارف	90/-	سیرت رسول اکرم
The Quran and you ?	55/-	80/-	مغربی میڈیا	75/-	دستور حیات
The Message of Quran	80/-	320/-	ارشادات نبویؐ کی روشنی میں نظام معاشرت (اول، دوم)	45/-	انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر
What Islam is ?	50/-	Aguide Book For Muslims –	40/-	30/-	عالم عربی کا المیہ
Islam an introduction	40/-	Islam and the world	120/-	80/-	دعوت فکر وعمل
نبی رحمت	80/-	Life and Mission of Maulana Ilyas	90/-	70/-	امت مسلمہ
مسلمانوں کے کرنے کے کام (I-II)	120/-	Muhammed the last prophet	110/-	30/-	اسلام اور غیر اسلامی تہذیب
قرآنی قصے (بچوں کا پہلا - آخری)	22/-	Meaning and Message of Treding	435/-	55/-	ذکر رسول
انسانیت کا تحفہ	20/-	Qadianism a Critical study	45/-	100/-	تحریک آزادی میں علماء کا کردار
عالمگیر مذہب کا تعارف	20/-	Stories of the prophet ?	55/-		
اسلام ایک تعارف	25/-				
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات	20/-				

آپ خود بھی مطالعہ کریں اور دوسروں کو آمادہ کریں۔ رابطہ کے لئے ہمارا پتہ:

ACADEMY OF ISLAMIC RESEARCH & PUBLICATIONS P. O. BOX 119 NADWATUL ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)
PH:0522-2741539 Fax:2740806 Mob:9335223411- Email: nadwa@sancharnet.in

نوٹ: منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا پورا پتہ ضرور لکھیں۔ مصارف ڈاک رجسٹرڈ خریدار کے ذمہ ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں شفاخانہ (ہاسپٹل) کا سنگ بنیاد

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ایک بین الاقوامی تعلیمی وتربیتی ادارہ ہے، جو اپنی تعلیم وتربیت اور علمی وثقافتی خدمات کی وجہ سے چار دانگ عالم میں مشہور و معروف ہے، یہاں کے فارغین اور فضلاء پورے عالم میں دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہاں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ دنیا کے مختلف خطوں سے شائقین علم اپنی علمی پیاس بجھانے اور دین وشریعت کا علم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اس کے کیمپس میں اساتذہ وطلبہ اور ملازمین و اسٹاف کی ایک بڑی تعداد رہتی ہے، جن کے دواعلاج اور صحت وتندرستی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، اور انتظامیہ انہیں ہر طرح کے امراض اور مختلف بیماریوں سے بچانے کے لئے کوشاں رہتی ہے، اور بیمار پڑنے کی صورت میں دواعلاج کا معقول نظم کیا جاتا ہے۔

اس مقصد سے یہاں پہلے ہی سے ''دارالشفاء'' کے نام سے ایک ڈسپنسری قائم ہے، جہاں جز وقتی ہومیو پیتھ اور ایلو پیتھ ڈاکٹرس حضرات باری باری سے تشریف لاتے ہیں اور بیماروں کا علاج کرتے ہیں، لیکن ضرورت تھی کہ ایک کل وقتی ہاسپٹل کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں ہر طرح کی جدید سہولیات سے آراستہ نرسنگ ہوم کے طرز کا شفاخانہ ہو، تاکہ رات اور دن کے کسی بھی حصہ میں جس کو بھی ضرورت پیش آئے تو باہر جانے کی نوبت نہ آئے اور اس کا معقول علاج کیمپس کے اندر ہی ہو جایا کرے، خاص طور سے احاطہ میں مقیم طلبہ واساتذہ اور اسٹاف ملازمین کو باہر کسی نرسنگ ہوم میں ایڈمٹ ہونے میں جو دشواری پیش آتی ہے اس سے راحت ملے۔ اس طرح کے ایک ہاسپٹل کے قیام کی تجویز عرصہ سے زمہ داران کے پیش نظر تھی، اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اصحاب خیر حضرات کی امداد واعانت پر اعتماد کرتے ہوئے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے اور ایک شفاخانے کے قیام کا فیصلہ کر لیا گیا۔

چنانچہ اس مقصد سے مورخہ ۲۹ رصفر ۱۴۲۶ھ مطابق ۹ راپریل ۲۰۰۵ء بروز شنبہ ایک شفاخانہ (ہاسپٹل) کا سنگ بنیاد ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، معتمد تعلیم ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، معتمد مال پروفیسر وصی احمد صدیقی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے ہاتھوں دفتر نظامت اور مسجد کے درمیان خالی پڑی آراضی پر رکھا گیا۔ یہ شفاخانہ جدید طرز کا دومنزلہ اور جدید طبی سہولیات سے مزین ہوگا، اس میں ایکسرے اور دیگر ضروری مشینیں بھی مہیا کرائی جائیں گی۔ اس کی تعمیر میں ایک سال کا وقت لگے گا۔ سنگ بنیاد کے موقع پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نائب مہتمم مولانا مفتی محمد ظہور ندوی، ناظر عام ندوۃ العلماء مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی، مولانا اقبال احمد ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء، انجینئر جناب امتیاز احمد صاحب، جناب رئیس احمد صاحب اور جناب فضل الباری صاحب سمیت بہت سے حضرات موجود تھے۔ حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی کی دعاء پر تقریب کا اختتام ہوا۔

اہل خیر حضرات سے مخلصانہ گذارش ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح اس نیک کام میں تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور اپنے لئے ذخیرۂ آخرت کا سامان کریں۔ اپنے کسی مرحوم عزیز کے ایصال ثواب کی نیت سے بھی اس کار ثواب میں شرکت کی جاسکتی ہے۔

(جناب مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی (مدظلہ العالی)

ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ

Phone :
0522-2255257

IZHARSON PERFUMERS

اظہارسن پرفیومرس

لکھنؤ کے قدیم مشہور ومعروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ،
عرق کیوڑہ، عرق گلاب، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
کی ایک قابل اعتماد دکان
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ ۳

تیار کردہ
Izharson Perfumers
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-226003
E-mail : izharsonperfumers @yahoo.com

اپنی نوعیت کی ایک منفرد دسہ لسانی لغت
''انگریزی، عربی، اور اردو ڈکشنری''
(تین جلدوں میں)
سنگم
از : جناب حکیم عزیز الرحمٰن الاعظمی
جس میں ہر ہر انگریزی حرف سے بننے والے بیشمار الفاظ ومشتقات ابجدی ترتیب سے درج کر کے ان کے متبادل اردو اور عربی میں مستعمل الفاظ لکھے ہیں۔
تحقیق وتصنیف اور ترجمہ کا کام کرنے والوں کے لئے
ایک نادر ونایاب تحفہ
فی جلد =/200 روپے -- کل صفحات 2278
ناشر : مکتبہ فردوس، مکارم نگر، بردلیا، ٹیگور مارگ لکھنؤ ۲۲۶۰۲۰

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow.
Phone : 2618636, 2258506
Mobile : 9415001207

ہردینا
جگر، معدہ کی تقویت، قے، بدہضمی، متلی، بیشتر امراض میں برت استعمال کریں۔
صبا کا آملہ
بالوں کا بہترین محافظ
حسنی فارمیسی
۱۴۱، ۱۴۲ کوثر روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸ (انڈیا)
(0522) 2202677 , M : 94150 28675, 941505047

ریڈی میڈ سروانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ تشریف لائیں
menmark
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone (S) 2216998 (R) 2227443